WWW.PAKSOCIETY.COM

بیسویں قسط

ماروی

محی الدین نواب

اگر کوئی کائنات کے رمز کو سمجھنے کی سعی کرے تو سب سے پہلے اسے انسان کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ خاموش صحرا کی ویرانی ہو یا پُرجوش لہروں کی روانی... سمندر کی گہرائی ہو یا آسمان کی بلندی... چاند ستاروں کا حسن ہو یا قوسِ قزح کے رنگ... تہ در تہ زمین کی پرتیں ہوں یا بلند آسمان کے سات پردے... ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے ہوں یا بادو باراں کی طوفانی گرج۔ کبھی ہلکی ہلکی بوندوں کی پھوار کا ترنم اور کبھی بجلی کی چمک، کہیں پھولوں کی مہک، کہیں کانٹوں کی کسک... اللہ تعالیٰ نے یہ سب چیزیں اس کائنات میں جگہ جگہ بکھیر دیں اور... ہر شے کو ایک مقام بھی عطا کیا، مگر... جب انسان کو بنایا تو اس پوری کائنات کو جیسے اس کے اندر کہیں چپکے سے بسا دیا اور یہ بھی عجب کھیل ہے کہیں نام یکساں ہیں مگر تقدیریں الگ اور کہیں چہرے حیران کُن حد تک ایک جیسے ہیں مگر ان کی تقدیر کا لکھا کہیں ایک دوسرے سے میل نہیں کھاتا۔ اس داستان کی ماروی وہ نہیں جو سندھ کی دھرتی پر عزت و احترام کی ایک علامت کے طور پر جانی جاتی ہے، اسے یہ بھی پتا نہیں کہ اس کا نام ماروی کس نے اور کیوں رکھا... شاید اس کے بڑوں نے سوچا ہو کہ نام کی یکسانیت سے مقدر کی دیوی اس پر بھی مہربان ہو جائے... جدید ماروی بہت عقیدت کے ساتھ اپنی ہم نام پر رشک کرتی ہے... یہ جانتے ہوئے کہ وہ کبھی اس مقام کے قریب بھی نہیں پھٹک سکے گی... ورق ورق، سطر سطر دلچسپی، تحیر اور لطف جذبوں میں سموئی ہوئی ایک کہانی جس کے ہر موڑ پر کہیں حسن و عشق کا ملن ہے تو کہیں رقابت کی جلن... آج کے زمانے کے اسی چلن میں رنگین و سنگین لمحات کی لمحہ لمحہ روداد کو سمیٹتے، نئے رنگ و آہنگ کا تحیر خیز سنگم۔

ایک چہرہ کئی روپ، کبھی چھاؤں کبھی دھوپ، محبت کی عنایتوں، رفاقتوں اور رقابتوں کا ایک دل ربا سلسلہ

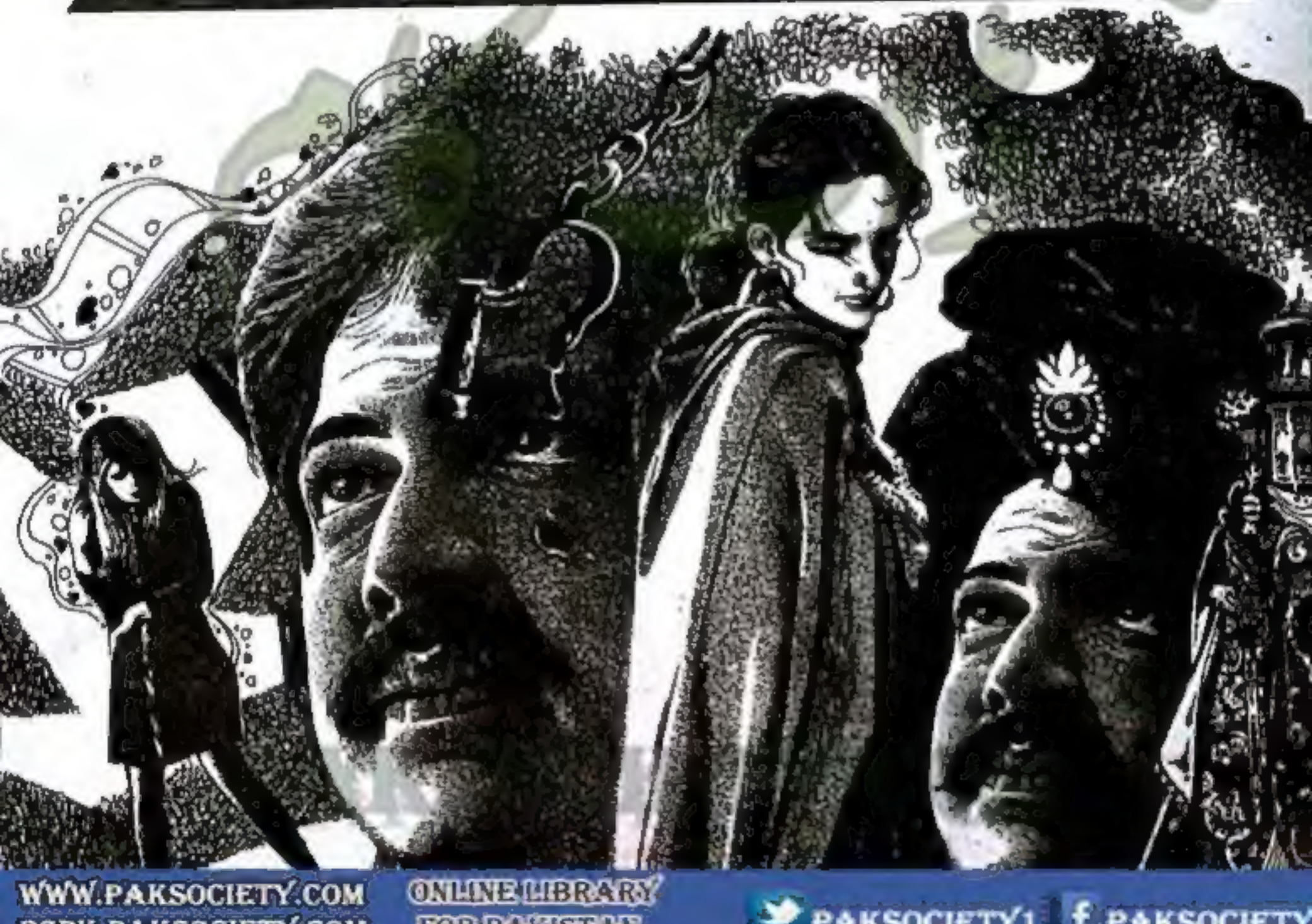

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

یہ داستان ہے دورِ جدید کی ماروی اور اس کے عاشق مراد علی منگی کی۔ مراد ایک گدھا گاڑی والا ہے جو اپنے والد اور ماروی، چاچا جمرو اور چاچی حق کے ساتھ اندرون سندھ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ گاؤں کا وڈیرا حشمت جلالی ایک بدنیت انسان تھا جس نے ماروی کا رشتہ دس ہزار نقد کے عوض مانگا تھا، چونکہ ماروی مراد کی منگ تھی اور دونوں بچپن ہی سے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے لہٰذا وہ اس پر راضی نہیں تھی نتیجتاً انہیں گوٹھ چھوڑنا پڑا۔ مراد جوکہ ثانوی تعلیم یافتہ تھا وڈیرا حشمت کی منشی گیری کرتا تھا۔ وڈیرا حشمت جلالی اور اس کے بیٹے روایتی ذہنیت کے مالک تھے اور انہوں نے جائداد بچانے کی خاطر اپنی بیٹی زلیخا کی شادی قرآن سے کردی۔ ماں نے مخالفت کی مگر اس کی ایک نہ چلی۔ زلیخا نے بغاوت کا راستہ اپنایا اور مراد کو مجبور کیا کہ وہ اس کی تنہائیوں کا ساتھی بن جائے۔ مراد تیار نہ ہوا اور ایک رات گزارنے کے بعد اپنے باپ کے ساتھ گاؤں سے غائب ہوگیا۔ گاؤں سے فرار ہوکر یہ دونوں کراچی کے ایک مضافاتی علاقے میمن گوٹھ آگئے جہاں ماروی اپنے چاچا، چاچی کے ساتھ پہلے ہی آچکی تھی۔ یہیں مراد کی ملاقات اتفاقاً محبوب علی چانڈیو سے ہوگئی جوکہ ممبر اسمبلی اور بزنس ٹائیکون، لیکن ہو بہو مراد کا ہم شکل تھا۔ بس دونوں کے درمیان صرف قسمت کا فرق تھا۔ محبوب چانڈیو اپنے ہم شکل کو دیکھ کر حیران ہوا پھر اسے یاد آیا کہ حشمت جلالی جوکہ خود بھی ممبر اسمبلی تھا اس کا ذکر اپنی بیٹی کے قاتل کی حیثیت سے کرچکا تھا۔ اس کے استفسار پر مراد نے اپنی بے گناہی کا اعلان کیا۔ ہوا کچھ یوں تھا کہ مراد کے فرار کے بعد زلیخا نے اپنی ماں کے تعاون سے گاؤں کے ایک اور نوجوان جمال سے شادی کرلی اور خاموشی سے فرار ہوگئی۔ وڈیرے اور اس کے بیٹوں کو پتا چلا تو انہوں نے تلاش شروع کرائی۔ ناکامی پر انہوں نے بے عزتی سے بچنے کے لیے ایک نوکرانی جوکہ زلیخا کے ہی قد کاٹھ کی تھی بربادکر کے قتل کردیا اور اس کا چہرہ تیزاب سے مسخ کر کے اسے اپنی بیٹی ظاہر کر کے الزام مراد پر لگادیا۔ یہاں شہر میں محبوب جب مراد سے ملا تو اس نے مراد کو اپنے پاس رکھ کر بہترین تربیت دینے کا فیصلہ کیا، ارادہ اسے اپنی جگہ رکھ کر خود گوشہ نشین ہونا تھا۔ محبوب کے سرپرست اس کے والد کے زمانے کے معروف حجی تھے جو اس کے کاروباری معاملات کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ انہی کے مشورے پر ایک ماڈل سیرا کو سیکریٹری کے طور پر رکھا گیا۔ مراد سے ملاقات کے دوران ماروی کی جھلک دیکھ کر محبوب اس پر دل و جان سے مرمٹا لیکن یہ ایک پاکیزہ جذبہ تھا جس میں کوئی کھوٹ نہ تھا۔ اس نے اپنی مصنوعات کے لیے بطور ماڈل ماروی کو چنا اور مراد کے ذریعے اسے راضی کیا۔ مراد بھی زلیخا کے قاتل کی حیثیت سے گرفتار ہوگیا۔ زلیخا مراد کے بچے کو جنم دے کر چل بسی لیکن وڈیرا باپ اور بیٹوں کو خبر نہیں تھی کہ زلیخا کہاں اور کس حال میں ہے۔ ماں رابعہ جانتی تھی لیکن مراد سے نالاں تھی۔ وہ شوہر اور بیٹوں سے بھی ناراض تھی لہٰذا انہیں خبر نہیں کی۔ مراد اس قتل کے مقدمے میں ملوث تھا اور محبوب چانڈیو ماروی کی خاطر اس کے مقدمے کی پیروی کر رہا تھا۔ اسی باعث اس کی وڈیرا حشمت سے دشمنی ہوگئی۔ یہ بات پارٹی کے لیڈر تک پہنچ گئی نتیجتاً چانڈیو استعفا دے کر چلا آیا۔ یوں ماروی کے دشمنوں میں اضافہ ہوگیا۔ اسے اغوا کرنے کی کوشش کی گئی جب وہ اپنی کلی کی شادی میں شرکت کے لیے گوٹھ گئی، تاہم محبوب چانڈیو اسے بچا لایا۔ دوسری جانب جاسوس سیکرٹ ایجنٹ برنارڈ کو رہا کرانے کے لیے اسکاٹ لینڈ سے تین ایجنٹ مرینہ بہرام اور دارا ابھر آئے۔ مرینہ مراد کو ایک نظر دیکھ کر دل ہار گئی۔ مقدمے کو معلوم نہیں کب تک چلنا تھا لیکن محبوب نیک نیتی سے ان کا مددگار تھا اور حق کہ ماروی محبوب کے احسانات سے بچنے کے لیے جان بوجھ کر غائب ہوگئی۔ اس خبر کے بعد وہ دلبرداشتہ ہوکر خود مراد کی جگہ جیل میں قید ہوگیا جبکہ دوسری جانب ماروی کی تلاش کا لالچ دے کر مراد کو مرینہ جیلر باپ کی مدد سے جیل سے باہر نکال لائی اور محبوب اس کی جگہ بند ہوگیا۔ باہر نکل کر مراد مرینہ کی نیت بھانپ کر اسے جھانسا دیتے ہوئے اس کے شکنجے سے فرار ہوگیا۔ ماروی چاچی اور چاچا مرینہ کے ہاتھ لگ گئے لیکن کسی نہ کسی طرح مراد کو معلوم ہوگیا کہ مرینہ ماروی کو جام تماروکے چودھری کے پاس لے جارہی ہے لہٰذا اس نے مشکلات سے نبرد آزما ہوتے ہوئے... ماروی کو اس کے چنگل سے آزاد کرا لیا۔ لیکن بدقسمتی سے ماروی کے سر میں چوٹ لگی جس کے باعث اس کی یادداشت چلی گئی۔ مراد شہر پہنچ کر جیل میں محبوب سے ملاقات کر کے اسے رازداری کے ساتھ جیل سے واپس جانے پر آمادہ کر کے خود سلاخوں کے پیچھے بند ہوگیا۔ مرینہ اور مراد میں فساد بڑھتا جارہا تھا۔ مرینہ کے پالتو غنڈے مراد کو کسی نہ کسی طرح جیل سے نکال کر لے گئے۔ باہر نکال کر ان کے درمیان سخت مقابلہ ہوا۔ جس میں قانون کا خطرناک مجرم برنارڈ مراد کے ہاتھوں مارا گیا۔ ماروی کا علاج ہوا مگر ماروی محبوب اور مراد دونوں کو نہیں پہچانی۔ مرینہ مراد کو ہندوستان لے آئی تھی۔ مراد مرینہ کی قید سے نکل گیا اور ماسٹر کو بو کے ساتھ مل گیا۔ مرینہ کو پتا چل گیا کہ مراد ماسٹر کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ ادھر ماروی کے دوبارہ سر میں چوٹ لگنے سے اس کی یادداشت واپس آگئی۔ مراد مرینہ کے زیرِ اثر آچکا تھا۔ ماروی کو پتا چل گیا اور اس نے مراد کو اپنانے سے انکار کردیا۔ رابعہ خاتون نے مراد کے بچے کو ماروی کے ہاں پہنچا دیا۔ ادھر مرینہ دوبارہ TMET قیصر بن گئی تھی مراد نے سرجری کے ماہر ڈاکٹر ممتی سن سے اپنے چہرے کی پلاسٹک سرجری کروالی۔ ڈاکٹر نے اسے اپنے بچھڑے ہوئے بیٹے ایمان علی کی شکل دے دی۔ وہ ڈاکٹر کے گھر پر ہی رہنے لگا۔ وہاں اس کے ساتھ ایمان کا دوست عبداللہ کبڈی بھی آگیا۔ مراد نے اس کی بھی سرجری کروا کے اسے اپنا چہرہ دے دیا۔ اب یونا عبداللہ مراد بن گیا تھا۔ دشمن مراد کو یونا دیکھ کر چکرا گئے۔ ماروی کی یادداشت واپس آگئی تھی۔ مراد اسرائیل پہنچ گیا تھا۔ وہاں اس کی ملاقات ڈاکٹر ممتی سن کے بیٹے ایمان سے ہوگئی۔ مراد نے ایمان کو اپنی تمام باتیں بتادیں۔ مرینہ بھی اسرائیل پہنچ گئی اور ایمان مراد بن کر اسے اپنے پیچھے بھگانے لگا۔ مراد کو لندن والی فلائٹ میں میگی براؤن مل گیا۔ مراد کے پیچھے میگی براؤن کی بیٹی لگ گئی۔ لندن ایئرپورٹ پر میگی پر حملہ ہوا اور اس کا ایک بیٹا مارا گیا۔ مارنے والے نے اپنا نام مراد بتایا۔ ادھر مرینہ نے ایمان کو مراد سمجھ کے اس سے ملنا چاہا تاہم ایمان دشمنوں کی فائرنگ سے زخمی ہوکر اسپتال پہنچ گیا اور مرینہ جان گئی کہ یہ مراد

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

نہیں ہے۔ مراد پاکستان گیا اور ماروی کو لے کر لندن آ گیا۔ مراد کے لیے مرینہ ناگزیر ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ رہنا اس کی مجبوری تھی۔ مرینہ نے سرجری کے ذریعے اپنا چہرہ بدل لیا تھا۔ بیکی کی بیٹی مراد کے دھوکے میں ایمان علی کے پیچھے پڑ گئی۔ ایمان نے اسے انڈیا آنے کو کہا۔ اب مراد بھی انڈیا پہنچنے والا تھا۔ ماسٹر نے اسے بیکی کے بیٹے اور بیٹی کو مارنے کا مشن سونپا تھا۔ ادھر ماری نے مراد کی خفیہ فون کال سن لی۔ وہ دیوانی سی ہو گئی اور اس نے اسی وقت پاکستان جانے کا فیصلہ کر لیا۔ مراد نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی تاہم وہ نہ رکی۔ وہ پاکستان آ کر چاچی چاچا کے ساتھ غائب ہو گئی۔ مراد بھی پاکستان آ گیا۔ محبوب اور مراد میں ٹھن گئی۔ تاہم وہ ماروی کا پتا نہ لگا سکے۔ مراد پاگلوں کی طرح ماروی کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اس نے سیرا کو اعتماد میں لیا اور اپنے مشن پر انڈیا کے لیے روانہ ہو گیا۔

اب آپ مزید واقعات ملاحظہ فرمائیے

جہاز رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔ وہ اپنی روٹھی ہوئی شریک حیات کو منانے آیا تھا اس کی صورت بھی دیکھ نہیں پایا تھا۔ اس کے بہت قریب آ کر دور ہو رہا تھا۔

"بڑے بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے"

وہ اپنی غلطیوں کے باعث اپنی آبرو ہلکی کر چکا تھا۔ بڑی ناکامی اور نامرادی سے عارضی طور پر میدان مار کر جا رہا تھا۔ وہ اندر سے ٹوٹ گیا تھا۔ اسے ہارتے ہوئے بھی یقین نہیں ہو رہا تھا کہ ماروی سے... محروم ہو رہا ہے۔

اس نے پچھتاوے کی 'ندامت کی شدت سے آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھیں بند کرنے سے کچھ نظر نہیں آتا۔ خود سے چھپ کر سب کچھ بھول جانا چاہتا تھا۔

جہاز کے محدود ماحول میں ذہن کو چبھنے والا سکون تھا۔ وہ طیارہ اسے فساد پھیلانے والی زمین سے دور لے آیا تھا۔ وہاں کے پرسکون ماحول میں وہ سوچ رہا تھا۔ یہ حقیقت سامنے آ رہی تھی کہ ماروی کو کھو کر خسارے میں ہے اور مزید نقصان اٹھانے کے لیے آگے مرینہ کی طرف جا رہا ہے۔

بشریٰ کی باتیں دماغ میں گونج رہی تھیں۔ "تمہیں اپنا بھائی مانتی تھی۔ اب نہیں مانتی۔ تمہارا ضمیر اتنا مردہ ہو گیا ہے کہ تم نے ایک بازاری عورت کی خاطر بچپن کی محبت پر تھوک دیا ہے۔ میں تم سے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتی ہوں، ماروی پر سوکن نہ لاؤ۔ مرینہ سے نکاح نہ پڑھاؤ۔"

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ التجا کرو، نصیحت کرو تو وہ کسی گمراہ پر کبھی اثر نہیں کرتی۔ اس کے باوجود بات اگر تلوار کی دھار ہو تو وہ کلیجا چیر کر رکھ دیتی ہے۔

بشریٰ کی یہ بات دل کو لگی کہ کسی بھی مشن پر مرینہ کا ساتھ ضروری نہیں ہے۔ اب سے پہلے اس نے تمام جنگیں تنہا لڑی ہیں۔ مرینہ کبھی ساتھ نہیں رہی۔ یہ بات بھی دل کو لگی کہ وہ مرد میدان ہے اور مرد کی شان یہی ہے کہ وہ تنہا اپنے بل پر لڑتا ہے۔ عورت کے کاندھے پر بندوق رکھ کر نہیں چلاتا۔

جہاز کے اس پرسکون ماحول میں ایک ایک بات یاد آ رہی تھی۔ بشریٰ نے یہ سچی اور کھری بات کہی تھی۔ "اے مردِ مجاہد! تمہارے اندر ایمان ہے تو مرینہ ضروری نہیں ہے۔ یہ تمہارے اندر چھپی ہوئی ہوس پرستی ہے۔ عورت بدل بدل کر مزے لوٹنے کے لیے دین کا سہارا لے رہے ہو کہ گناہ سے بچنے کے لیے شادی کرو گے۔"

جہاز چار ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا اور مراد کے ایمان پرور خیالات اس سے بھی زیادہ نامعلوم بلندیوں پر تھے۔

وہ تسلیم کر رہا تھا کہ غلطی پر ہے۔ سچائی یہ تھی کہ مرینہ نے ایسے جنسی کھیل کی لت لگائی تھی' جسے ماروی جیسی شریف زادیاں نہیں جانتیں۔

مرینہ بھی شاید کسی ایسے ہی ادارے کی سند یافتہ تھی۔ جہاں یہ ہوس پرستی کے ہنر سکھائے جاتے تھے۔ اس نے مراد کی تنہائی میں ایسے ایسے گل کھلائے تھے کہ وہ انہیں بھلا نہیں سکتا تھا۔ اکثر تنہائی میں وہی ہوس ناک ہتھکنڈے مرینہ کو پکارتے رہتے تھے۔ وہ لاشعوری طور پر اسے پالینے کے لیے مچلتا رہتا تھا۔

اب احساسات عجیب سے ہو گئے تھے۔ اسے ماروی کے ساتھ ازدواجی لمحات گزارتے وقت یوں لگتا تھا جیسے وہ بلیک اینڈ وائٹ ماحول میں ہے۔ ان لمحات میں مرینہ کی رنگین فلم ہوس کی اسکرین پر چلنے لگتی تھی۔ وہ بظاہر مرینہ کے ساتھ گناہ گار نہیں بننا چاہتا تھا لیکن لاشعوری طور پر اس کے اندر کھچڑی پکتی رہتی تھی۔

خواہشات کی تکمیل کے لیے کئی راستے نکل جاتے ہیں۔ اسے بھی راستہ مل گیا۔ آخر ذہن میں یہ بات آئی کہ اس سے نکاح پڑھوا کر ہی ہوس پوری کی جا سکتی ہے۔ اس نے دین کا سہارا لیا کہ جس عورت کے ساتھ دن رات رہ کر کام کرنا ضروری ہے اور اس کی قربت سے گناہ کی ترغیب ہو رہی ہے تو اس سے نکاح پڑھوا لیا جائے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اب بشریٰ نے دینی احکامات کے اس اہم پہلو پر توجہ دلائی تھی کہ نامحرم عورت کے ساتھ کسی مشن پر نہیں جانا چاہیے۔ وہ اب سے پہلے بھی اس عورت کے بغیر کامیابیاں حاصل کرتا رہا ہے۔

اور وہ تسلیم کر رہا تھا کہ محض مرینہ کو حاصل کرنے کے لیے وہ کسی بھی مشن میں اسے ضروری کہہ رہا ہے۔ اپنے آپ کو بھی دھوکا دے رہا ہے اور دینی احکامات کو غلط طریقے سے بیساکھی بنا رہا ہے۔

اس نے سر جھکا کر دل ہی دل میں کہا۔ ”یا اللہ.....! میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا۔ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھوں گا۔ پاک صاف رہا کروں گا۔ کبھی گناہ کے راستے پر نہیں جاؤں گا اور میرے معبود! میں نے تیری مہربانیاں دیکھی ہیں۔ تو نے مجھے ایسے ایسے..... وقت گناہوں سے بچنے کا حوصلہ دیا ہے جبکہ شیطانی طلب سے بچنا ناممکن ہوتا ہے۔

”اے میرے معبود! کوئی معجزہ کر دے۔ مجھے مرینہ سے بچا لے۔ اس کی ہوس اس کی طلب مجھے پاگل کر دیتی ہے۔ یہ صاف نظر آ رہا ہے کہ صرف ماروی کے ساتھ ازدواجی مسرتیں حاصل نہیں کر سکوں گا۔ مرینہ کی طلب میرے اندر چیختی رہے گی۔

”بے شک مجبوری کی حالت میں دوسری شادی کی جا سکتی ہے لیکن محض ہوس پوری کرنے کے لیے ماروی پر ظلم کروں گا تو ایک محبت کرنے والی شریف زادی سے سراسر ناانصافی ہوگی۔ وہ مر جائے گی لیکن کسی سوکن کو تسلیم نہیں کرے گی۔

”وہ مجھ سے علیحدگی اختیار کر چکی ہے۔ کہیں روپوش رہنے کا مطلب یہی ہے کہ اپنا منہ دکھانا چاہتی ہے نہ میرا منہ بھی دیکھے گی۔ اصولاً مجھے پہلی بیوی کے کھانے، کپڑے اور رہائش کے انتظامات کیے بغیر دوسری شادی نہیں کرنی چاہیے۔

”آئندہ وہ کیسے زندگی گزارے گی؟ میرے ساتھ رہے گی یا طلاق لے گی؟ اس کا فیصلہ معلوم کرنا میرا فرض ہے۔“

اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچا۔ ’طلاق.....؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ وہ میرے بچپن کی محبت ہے۔ میں نے بڑی جدوجہد کے بعد اسے حاصل کیا ہے۔‘

پھر اس کی سوچ نے ایمان داری سے کہا۔ ”وہ میرے ساتھ رہنا نہیں چاہے گی۔ تب میں کیا کروں گا؟ میں اسے آزاد نہیں کروں گا۔ اسے اپنی مرضی سے کسی اور کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے نہیں دوں گا۔ میں کیا کروں؟ میرا دل نہیں مانے گا اور یہ اس کے ساتھ واقعی ناانصافی ہوگی۔ خدا ناراض ہوگا۔“

وہ ایک گہری سانس لے کر سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ سیدھی سی بات یہی تھی کہ ہمیشہ ماروی کے ساتھ رہنے کے لیے مرینہ سے دور ہونا پڑے گا اور اگر مرینہ کی طلب چیختی رہے گی، اسے گناہ کی طرف پکارے گی تو اسے منکوحہ بنانا لازمی ہوگا۔

اسے دو میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا تھا۔

اور یہ فیصلہ بہت ہی مشکل تھا کہ کس کے ساتھ رہنا ہے اور کسے چھوڑنا ہے؟ اور فیصلہ دہلی ائرپورٹ پہنچنے سے پہلے کرنا تھا۔ مرینہ سے یہ طے پایا تھا کہ وہ اس سے دو روز پہلے دہلی پہنچے گی اور نکاح پڑھوانے کے انتظامات کرے گی اور وہ ایسا کر چکی ہوگی۔

وہ تصور کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اس پروگرام کے مطابق وہاں نکاح خوانی کے انتظامات ہو چکے ہیں۔ آج ہی شام تک وہ اس کی منکوحہ بننے والی ہے۔

وہ جہاز کی آرام دہ سیٹ پر بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔ اب اس کا ایمان اس کی دین داری کہہ رہی تھی کہ صرف ماروی اس کی شریکِ حیات ہے۔ وہ ماروی کے ساتھ رہے۔ اس کی مرضی کے خلاف اس پر سوکن نہ لائے۔

یا پھر اسے طلاق دے دے۔ ماروی کو نکاح کے حبس بے جا میں نہ رکھے۔ اسے دینی اور دنیاوی قوانین کے مطابق آزاد کر دے پھر مرینہ کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارے۔

وہ دہلی پہنچ گیا۔ امیگریشن کاؤنٹر سے گزرنے کے بعد وہ ہال میں آیا۔ وہاں سے اپنا سامان ٹرالی میں رکھ کر باہر جانے لگا۔ اس نے ٹرالی کے ہینڈل کو سختی سے گرفت میں رکھ لیا۔ وہ اپنا دل مضبوط کر چکا تھا۔

باہر وزیٹرز لابی میں سب ہی اس کے استقبال کے لیے آئے تھے۔ مرینہ ثلاثہ کے بہروپ میں تھی۔ اس کے ساتھ ایمان علی اور ڈاکٹر ٹمی سن کھڑے ہوئے تھے۔ وہ جگنی بائی کو ماں کہتا تھا۔ وہ بھی بیٹے کو گلے لگانے آئی تھی۔ وہ سب لگیج ہال سے باہر آنے والے مسافروں کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں یہ تو معلوم تھا کہ مراد کا موجودہ نام سکندر شاہ ہے لیکن اس کا چہرہ نیا اور انجانا تھا۔ مراد کو خود ان کے پاس جا کر کہنا تھا کہ وہی مراد علی منگی ہے۔

اس نے ایسا نہیں کیا۔ اپنے مستحکم فیصلے کے مطابق اپنا تعارف نہیں کرایا۔ سامان کی ٹرالی دھکیلتا ہوا تمام براتیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا عمارت سے باہر آ گیا۔ ایک ٹیکسی

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

میں بیٹھ کر کسی ہوٹل کی طرف جانے لگا۔

وہ چاروں وہاں کھڑے تنہا آنے والے مسافروں کو بڑی توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ کوئی ان کے پاس آ کر نہیں رُک رہا تھا۔ سب ہی ان کے آس پاس سے گزرتے جا رہے تھے۔ ان کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

آخر اس جہاز کا آخری مسافر بھی گزر گیا۔ وہ استقبال کے لیے آنے والے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے پھر مرینہ نے حیرانی سے کہا۔ ''یہ کہاں رہ گیا ہے؟ تمام مسافر جا چکے ہیں۔''

اس نے فون پر نمبر پنچ کیے۔ معلوم ہوا کہ اس نے فون کو بند رکھا ہے۔ وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''اس نے کراچی ائرپورٹ سے فون کیا تھا کہ اسی فلائٹ سے آ رہا ہے۔''

ڈاکٹر ثمینی سن نے کہا۔ ''مجھے بھی فون پر یہی کہا تھا۔''

جگنی بائی نے پوچھا۔ ''کیا فون اٹینڈ نہیں کر رہا ہے؟''

''اس نے فون کا سوئچ آف کر رکھا ہے۔''

ایمان علی نے کہا۔ ''وہ میرا یار ہے۔ اس نے کہا تھا کہ میں نے تل ابیب میں اس کی خاطر گولی کھائی تھی۔ اب وہ یہاں آ کر میرے کام آئے گا۔ شملہ میں رہ کر مجھے سیکیورٹی دیتا رہے گا۔''

وہ بڑے اعتماد سے بولا۔ ''وہ سچا ہے۔ زبان کا دھنی ہے۔ ضرور آئے گا۔ معلوم ہوتا ہے کسی پرابلم میں پھنس گیا ہے۔''

جگنی بائی نے کہا۔ ''جیسی بھی پرابلم ہو وہ فون پر تو بول سکتا ہے۔ اس نے فون کیوں بند کیا ہے؟''

پھر اس نے کچھ سوچ کر سر ہلایا۔ ''میرا بیٹا زبان کا پکا ہے۔ وہ ضرور آیا ہوگا۔''

مرینہ نے کہا۔ ''آیا ہے تو یہاں نظر کیوں نہیں آیا؟ ہم اس کا نیا چہرہ نہیں پہچانتے۔ وہ تو ہم سب کو پہچانتا ہے؟''

جگنی بائی نے کہا۔ ''اس کی کوئی مجبوری ہے۔ اس لیے یہاں ہم سے ملاقات نہیں کی ہے۔ ہے بھگوان...! کوئی گمبھیر معاملہ ہے، اسی لیے فون کو بھی بند رکھا ہے۔''

ڈاکٹر ثمینی سن نے کہا۔ ''ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔ وہ خود کال کرے گا اور ہمارے پاس آئے گا۔''

وہ سب وہاں سے جانے لگے۔ انہیں یقین تھا کہ مراد ان کے گھر ملنے آئے گا۔ مرینہ تشویش میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس کی اچانک روپوشی کھٹک رہی تھی۔ سوکن بننے والی کا دماغ کہہ رہا تھا کہ ماروی نے اسے روک لیا ہے۔

اسی نے اس فلائٹ سے آنے نہیں دیا ہے جبکہ ماسٹر کا کام عشق و محبت سے زیادہ اہم ہے۔ اسے ہر حال میں یہاں پہنچنا تھا۔ اگر ماروی کی آغوش میں پگھل گیا ہے، تب بھی ماسٹر کے کام سے یہاں آنا ہی ہوگا۔ ابھی نہیں آیا ہے لیکن آج یا کل کسی دوسری فلائٹ سے اسے آنا ہی پڑے گا۔

وہ اس پہلو سے بھی سوچ رہی تھی کہ ماروی نے اس کا فون اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ اسے کہیں کال کرنے نہیں دے رہی ہے۔ اسی لیے وہ ابھی رابطہ نہیں کر رہا ہے۔ پھر یہ خیال بھی آیا کہ وہ آ چکا ہے۔ کسی وجہ سے چھپ رہا ہے۔

وہ جاتے جاتے رک گئی۔ ایمان علی سے بولی۔ ''ہمیں اس فلائٹ میں آنے والوں کے نام معلوم ہو سکتے ہیں۔''

یہ سنتے ہی ایمان علی تیزی سے چلتا ہوا انفارمیشن آفس میں گیا۔ پھر واپس آ کر بولا۔ ''مسافروں کی فہرست میں سکندر شاہ کا نام ہے، وہ اسی فلائٹ سے آیا ہے۔''

وہ سب حیرانی سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ جگنی بائی نے کہا۔ ''پھر تو وہ ہمارے سامنے سے گزر کر گیا ہے۔ تعجب ہے، اس نے ہم سے بات بھی نہیں کی؟''

مرینہ تلملا رہی تھی۔ مٹھیاں بھینچ کر کسمساتی ہوئی بولی۔ ''کیوں اجنبی بن کر چلا گیا ہے؟ وہ مجھ سے چھپ کر کیوں گیا ہے؟''

وہ اپنی کار کی طرف جاتے ہوئے بولی۔ ''وہ جائے گا کہاں؟ میں اسے ڈھونڈ نکالوں گی۔''

اس کے خیال کے مطابق وہ کسی ہوٹل میں رہائش کے لیے گیا ہوگا۔ وہ اپنے نئے چہرے کے ساتھ سب ہی کے لیے اجنبی تھا۔

وہ کار اسٹارٹ کر کے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتی ہوئی سوچنے لگی۔ یہاں وہ نئے چہرے کے باعث اجنبی ہے۔ اس سے کسی کی دوستی نہیں ہے۔ کسی سے دور کے تعلقات بھی نہیں ہیں۔ وہ کسی کے گھر نہیں جائے گا۔ ضرور اپنے معیار کے مطابق کسی اچھے ہوٹل میں گیا ہوگا۔

مراد بھی خوب سمجھتا تھا کہ مرینہ کا ذہن کس وقت کیا سوچتا ہے اور کیا کرتا ہے؟ وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر دہلی شہر سے باہر آ گیا۔ وہاں کی ایک چھوٹی سی بستی میں ایک چھوٹے سے ہوٹل کے کمرے میں عارضی طور پر ٹھکانا بنا لیا۔

اسے پورا یقین تھا کہ مرینہ اتنی دور تک نہیں سوچے گی۔ وہ دہلی کے بڑے ہوٹلوں میں اسے ڈھونڈتی پھرے گی۔ جب تھک ہار کر شہر کے باہر ہوٹلوں میں آئے گی، تب تک وہ دوسری جگہ جا چکا ہوگا۔

اس نے ماسٹر کو فون پر مخاطب کیا پھر کہا۔ ''میں آپ کے حکم کے مطابق دہلی پہنچ گیا ہوں۔ کل یہاں سے شملہ جا کر آپ کا کام کروں گا۔ لیکن مرینہ سے دور رہوں گا۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ماسٹر نے پوچھا۔ ”کیا اس سے جھگڑا ہو گیا ہے؟“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ماروی اور مرینہ کے درمیان اُلجھ گیا ہوں۔ اگر اسی طرح اُلجھتا رہا تو حاضر دماغی سے کام نہیں کر سکوں گا۔ میری شامت آ جائے گی۔ میں آسانی سے دشمنوں کے ہاتھوں مارا جاؤں گا۔“

”مراد! میں تمہیں یہی سمجھاتا رہتا ہوں۔ جنگجو مردوں کی تاریخ کہتی ہے جس نے بھی عورتوں کو اپنی اہم ضرورت بنایا' وہ دشمنوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ میری مانو' عورتوں کو ٹشو پیپر کی طرح استعمال کر کے پھینک دیا کرو۔“

”میں ماروی کو کبھی ٹشو پیپر نہیں سمجھ سکوں گا اور میری ہوس بڑی شدت سے مرینہ کو مانگتی ہے۔ مجھے دونوں میں سے کسی ایک کو اپنانا ہوگا اور دوسری کو چھوڑنا ہوگا۔“

وہ ایک لمبی سانس لے کر بولا۔ ”میں یہ فیصلہ کرنے تک مرینہ سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ اسی لیے یہاں آ کر اس سے ملاقات نہیں کی ہے۔ دہلی کے مضافات میں ایک چھوٹے سے ہوٹل میں چھپا ہوا ہوں۔ وہ مجھے ڈھونڈ رہی ہوگی۔“

”میرا دستِ راست چیت راؤ دہلی میں ہے۔ تمہارے لیے ہتھیاروں اور شوٹرز کے انتظامات کر چکا ہے۔ وہ شملہ میں تمہارے ساتھ رہے گا۔ کیا اس کا فون نمبر تمہارے پاس ہے؟ وہ تمہارے تمام نئے مسائل ابھی حل کرے گا۔“

”آپ اس کا نمبر Send کریں۔“

”ابھی کرتا ہوں۔ یہ بتاؤ' شملہ میں مرینہ سے دور رہ کر دشمنوں سے نمٹ سکو گے؟“

”میں آج تک مرینہ کے بغیر ہی میدان مارتا آیا ہوں۔ ایک بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے کہ وہ صرف میری ہوس پرستی کے لیے ضروری ہے۔“

”وہ تمہیں وہاں نہ پا کر مجھے فون کرے گی۔“

”آپ اسے فون کریں اور یہ ظاہر کریں کہ آپ بھی میری گمشدگی سے پریشان ہیں۔ ابھی وہ میرے بغیر شملہ جائے۔ جب تک میری کوئی خبر نہیں ملے گی، تب تک وہ تنہا میڈونا کو ٹارگٹ بنا کر اس کے باپ کی نیندیں اُڑاتی رہے۔“

”ہاں، اسے یہی سمجھانا ہوگا۔ میں ابھی اس سے بات کروں گا۔ یہ بتاؤ' وہاں اس سے چھپ کر رہ سکو گے؟“

”ماسٹر...! آنکھ مچولی تو کھیلنی ہی ہوگی۔ وہ جھنجلا جائے گی۔ میں اس سے بہت بڑی وعدہ خلافی کر رہا ہوں۔ شادی کا وعدہ کر کے اس سے منہ پھیر رہا ہوں۔ اس کی انسلٹ کر رہا ہوں۔ وہ میری دشمن بن جائے گی۔“

وہ بڑی بے بسی سے بولا۔ ”میں مانتا ہوں کہ غلطی میری ہے مگر میں کیا کر سکتا ہوں؟ آگے جو ہوگا' دیکھا جائے گا۔“

”او گاڈ... !تم نے تو مجھے بھی اُلجھا دیا ہے۔ یہ بتاؤ' شملہ میں حاضر دماغ رہ سکو گے؟“

”آپ میری فکر نہ کریں۔ میں حاضر دماغ بھی رہوں گا اور آپ کے دشمن کی کمر بھی توڑ کر آؤں گا۔“

اس سے رابطہ ختم ہو گیا۔ پندرہ منٹ کے بعد چیت راؤ نے کال کی۔ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ ”مراد! میرے آئیڈیل! تم یہاں ہو؟ ابھی ماسٹر نے بتایا ہے اور تمہارا یہ نمبر دیا۔ فوراً بتاؤ کہاں ہو، میں آ رہا ہوں۔“

مراد نے اپنا موجودہ پتا بتایا۔ وہ ایک گھنٹے کے اندر پہنچ گیا اسے گلے لگا کر بولا۔ ”تم اُس بلا سے چھپنے اتنی دور آئے ہو۔ چلو اب میرے بنگلے میں رہو گے۔“

”کیا ماسٹر نے یہ نہیں بتایا ہے کہ کل ہی مجھے شملہ جانا ہے؟“

”ہاں، مجھے حکم دیا ہے کہ وہاں تمہارے ساتھ ساتھ رہا کروں۔ تمہیں یہاں سے وہاں تک ضرورت کے مطابق اسلحہ اور شوٹرز ملتے رہیں گے۔“

پھر اس نے سوچتے ہوئے کہا۔ ”شملہ میں ایک مسلم فیملی سے میری جان پہچان ہے۔ میں نے ان سے بات کی ہے۔ وہاں تم ان کے فیملی ممبر بن کر رہ سکو گے۔ مرینہ کو اور میکی براؤن کے آدمیوں کو تم پر شبہ نہیں ہوگا۔“

وہ مراد کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”یار! یہ ہوتا کیا ہے؟ کبھی مرینہ سے دوستی ہوتی ہے' کبھی دشمنی؟ اب پھر اتنی زبردست شوٹر اور فائٹر سے دور بھاگ رہے ہو؟“

مراد نے اپنی اٹیچی اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”یہاں سے نکلو' راستے میں بتاؤں گا۔“

اس نے مراد کے ہاتھ سے اٹیچی لے لی۔ پھر وہ دونوں اس ہوٹل کے کمرے سے نکل آئے۔ اُدھر مرینہ' ایمان علی' ڈاکٹر اور جگنی باکی اپنی اپنی گاڑیوں میں دوڑ لگا رہے تھے۔ چھوٹے بڑے ہوٹلوں میں سکندر شاہ کو تلاش کر رہے تھے اور مایوس ہو رہے تھے۔ اس کا سایہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

مرینہ جھنجلا رہی تھی۔ شام کو مغرب کی نماز کے بعد نکاح پڑھایا جانے والا تھا۔ تمام انتظامات ہو چکے تھے۔ ایسے میں وہ منہ چھپا کر یہ تاثر دے رہا تھا کہ اسے نکاح قبول نہیں ہے۔

گویا وہ دلہن کو رد کر رہا تھا۔ یہی سمجھ میں آ رہا تھا کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اسے ٹھکرا رہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ ایک دلہن بننے والی کی توہین ہو رہی تھی اور وہ اپنی توہین محسوس کر کے تلملا رہی تھی۔

ایسے وقت ماسٹر نے اسے فون پر مخاطب کیا۔ "مرینہ! یہ مراد کو کیا ہو گیا ہے؟ اس نے فون کا سوئچ آف کیوں کیا ہے؟ کیا وہ دہلی پہنچ گیا ہے؟"

وہ بولی۔ "میں ابھی آپ سے پوچھنے ہی والی تھی کہ مراد کے اچانک روپوش ہونے میں کیا حکمت عملی ہے؟ اگر کسی پلاننگ کے تحت ایسا کر رہا ہے تو مجھ سے کیوں چھپ رہا ہے؟"

ماسٹر نے کہا۔ "مجھے غصہ آ رہا ہے وہ مجھ سے بھی چھپ رہا ہے۔ دہلی میں میرے آدمی اس کی تلاش میں نکل پڑے ہیں اور سنو! اس کا پتا ٹھکانا معلوم ہو یا نہ ہو، وہ واپس آئے یا نہ آئے، میرے دشمن کی بیٹی کو شملہ سے اپاہج ہو کر جانا ہے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے وہ گم ہو جانے کے بعد شملہ میں ملے گا؟ کیا آپ کا کام کرے گا؟"

"گاڈ نوز بیٹر۔ میں تو موجودہ حالات میں صرف تم پر بھروسا کر رہا ہوں۔ تم اس مشن کی ذمے داریاں سنبھالو گی۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ میڈونا پرسوں صبح تک شملہ پہنچے گی۔ میں چاہتا ہوں تم کل شام تک وہاں چلی جاؤ۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ میں کل جاؤں گی۔ اس مشن میں مراد کا ساتھ ہو یا نہ ہو، میں کامیابی حاصل کروں گی۔"

"تھینکس گاڈ۔ تمہیں اس لیے بھی جانا ہے کہ مراد یہاں چھپنے کے باوجود وہاں مل سکتا ہے۔"

"ہاں، میں اسی امید سے وہاں جاؤں گی۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ماسٹر کو اطمینان ہو گیا۔ اس کا کام رکنے والا نہیں تھا۔ مراد اور مرینہ ایک دوسرے سے اجنبی ہو کر اور دور رہ کر بھی شملہ میں اسی کے لیے کام کرنے والے تھے۔

مراد صرف مرینہ سے چھپ کر رہنا چاہتا تھا۔ وہ چیپت راؤ کے بنگلے میں آ گیا تھا۔ اس نے سم بدل کر ڈاکٹر عینی سن کو فون پر مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا۔ "کون ہو تم؟"

مراد نے کہا۔ "اگر آپ اس وقت تنہا ہیں اور آپ کے آس پاس کوئی نہیں ہے تو میں اپنا تعارف کراؤں گا۔"

ڈاکٹر لیٹا ہوا تھا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔ "میں اپنے بیڈ روم میں تنہا ہوں۔ بولو تم کون ہو۔"

"ڈیڈی! میں آپ کا بیٹا مراد ہوں۔"

مراد نے اپنی آواز اور لب و لہجے میں کہا تو ڈاکٹر نے خوش ہو کر پوچھا۔ "تم کہاں ہو؟ میں اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے پریشان ہوں۔ تمہاری آواز سن کر دل کو اطمینان ہو رہا ہے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔ میں آپ کی دعاؤں سے خیریت سے ہوں۔ شملہ میں ایمان علی پر ایک ذرا بھی آنچ نہیں آئے گی۔ ویسے آپ کو ایک بار پھر تکلیف دینا چاہتا ہوں۔ پلیز میرے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی کر دیں۔"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ابھی آ جاؤ۔"

"نو ڈیڈ! میں نہیں چاہتا کہ مرینہ کو میرے متعلق کچھ معلوم ہو۔ آپ کو سرجری کے سامان کے ساتھ یہاں آنا ہو گا۔"

"ابھی آؤں گا۔ اپنا پتا بتاؤ۔"

اس نے چیپت راؤ کی کوٹھی کا ایڈریس بتا کر کہا۔ "ہوشیاری سے آئیں۔ مرینہ میری بو سونگھتی پھر رہی ہو گی۔ اسے ذرا بھی شبہ ہو گا تو آپ کا پیچھا کرتی ہوئی یہاں آ جائے گی۔"

"اطمینان رکھو۔ وہ یہاں نہیں ہے۔ جگنی بائی کے ساتھ تمہیں ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔"

وہ آدھے گھنٹے کے بعد ہی مراد کے پاس آ گیا۔ اسے آئینے کے سامنے بٹھا کر اس کے چہرے پر ایک لوشن لگاتے ہوئے بولا۔ "مرینہ سے کیوں چھپ رہے ہو جبکہ ایک گھنٹے بعد اس سے نکاح پڑھوانے والے تھے؟"

وہ اپنی مجبوری بتانے لگا۔ ڈاکٹر نے اس کی روداد سن کر کہا۔ "تم جس طرح خطرات سے کھیلتے رہتے ہو اس کے پیش نظر تمہیں عورتوں کے معاملات میں نہیں الجھنا چاہیے۔"

"میں کیا کروں؟ نجات کا راستہ نہیں مل رہا ہے۔ دو میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اور مجھے کس کے ساتھ رہنا چاہیے اور کسے چھوڑنا چاہیے یہ مشکل فیصلہ کرنے تک مرینہ سے دور رہنا چاہتا ہوں۔"

"جیسی زندگی تم گزار رہے ہو اس کے مطابق مرینہ بہترین لائف پارٹنر ثابت ہو گی اور ماروی کے متعلق سنا ہے کہ وہ بہت ہی نیک اور سیدھی سادی سی لڑکی ہے۔ دنیا والوں کی ہیرا پھیری نہیں جانتی۔ ایسی لڑکیاں بہترین گھریلو وائف ثابت ہوتی ہیں۔ جبکہ تم گھریلو زندگی گزارنے والے شوہر بن ہی نہیں سکتے۔"

اس نے ماروی سے ہمدردی کی۔ "تعجب ہے کیا سوچ کر تم نے اس سے شادی کی تھی؟ اب ایسی شریف زادی کو چھوڑنے کا فیصلہ کرو گے تو سراسر اس پر ظلم کرو گے۔"

"میں آخری سانس تک اسے چھوڑنا نہیں چاہتا مگر کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کروں' وہ ایک سوکن کو برداشت کرنا نہیں چاہتی۔ سوکن لانے سے پہلے ہی مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے۔"

"میں تمہیں ایک سیدھی سی' اچھی اور سچی بات سمجھاتا ہوں۔ اپنی عقل سے بھی سمجھو۔ تم ایک ہاتھ میں بندوق اور دوسرے ہاتھ میں پھول لے کر زندگی نہیں گزار سکو گے۔ تمہاری آخری سانسوں تک بندوق تمہارا مقدر بن گئی ہے۔"

"یہی تو میری بدنصیبی ہے۔"

"بدنصیبی کا علاج مشکل نہیں ہے۔ پھول کو کسی اور گلدان میں جانے دو۔ ایک بار دل مضبوط کر کے ماروی کو چھوڑ دو۔ اس شریف زادی کو اپنی زندگی گزارنے کے لیے آزاد کردو۔"

وہ چپ رہا۔ جواباً کچھ نہ بولا لیکن اندر یہ ضد اور ہٹ دھرمی تھی کہ اسے رقیب کے پاس جانے کے لیے آزاد نہیں کرے گا۔

اس نے موضوع بدل کر کہا۔ "ایمان علی ماتا جی کی بیٹی ورشا سے عشق کر رہا تھا۔ اچانک ہی اسے چھوڑ کر میڈونا کی طرف جا رہا ہے۔ کیا ماتا جی برا نہیں مان رہی ہیں؟"

"نہیں۔ جگنی باکی علم نجوم کو بہت مانتی ہیں۔ انہوں نے اپنے خاندان کے ایک جیوتشی مہاراج سے ورشا اور ایمان علی کی جنم کنڈلی نکلوائی تھی۔ ورشا کی کنڈلی نے بتایا ہے کہ ایمان علی سے اس کے ستارے نہیں ملتے ہیں۔ وہ اس کے ساتھ رہے گی تو مصیبتوں میں گرفتار ہوتی رہے گی۔"

"کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ جیوتشی کی بات درست ہوتی۔ کیا ماتا جی پیش گوئی کو یونہی مان لیتی ہیں؟"

"وہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی تھی۔ ورشا پہلی بار ایمان علی کے ساتھ وقت گزارنے کسی سہیلی کے گھر گئی تھی۔ اسی دن وہ سہیلی مر گئی۔ پھر دوسرے دن اس کے ساتھ وقت گزار کر گھر آ رہی تھی تو ایک گاڑی سے ٹکرا گئی۔ اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ ابھی تک اسپتال میں ہے۔"

مراد نے کہا۔ "ایمان علی فون پر میڈونا سے باتیں کرتا ہوگا۔ اسے معلوم ہوگا کہ وہ شملہ کب پہنچ رہی ہے؟"

"میڈونا کل صبح دس بجے کی فلائٹ سے یہاں پہنچے گی۔ یہاں سے وہ شملہ جائے گی۔ ایمان نے بھی اسی فلائٹ میں ایک سیٹ حاصل کر لی ہے۔"

"اور مرینہ کب جا رہی ہے؟"

"اس نے اپنے اور تمہارے لیے جیکسن ائرلائن کی ایک فلائٹ میں دو سیٹیں حاصل کی ہیں۔ کل دوپہر کو یہاں سے تمہارے بغیر جائے گی۔"

رات کے دس بجے تک چہرہ تبدیل ہو گیا۔ مراد نے اپنے سامنے آئینے میں ایک خوبرو اجنبی جوان کو دیکھا پھر مسکرا کر کہا۔ "یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ میں بھی کہنا بھول گیا کہ مجھے ہینڈسم نہ بنائیں۔ عورتیں پیچھے پڑ جاتی ہیں۔"

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ "ابھی تم دو ہی عورتوں سے پریشان ہو اور پریشان ہوتے رہو گے تو پکے ہو جاؤ گے۔ ان سے نمٹنا آ جائے گا۔ او کے، اب میں جا رہا ہوں۔ کل سے میرا بیٹا تمہارے حوالے ہے۔ اسے شملہ سے صحیح سلامت واپس لاؤ گے۔"

"انشاء اللہ۔ میں اسے ہر ممکن سیکیورٹی دوں گا۔"

وہ اپنا سامان اٹھا کر چلا گیا۔ چپت راؤ دوسرے کمرے میں بیٹھا پی رہا تھا۔ اس نے آ کر مراد کو دیکھا پھر کہا۔ "یار! تم بھی کیسے کیسے رنگ بدلتے رہتے ہو۔ اس بار تو تم اتنے سندر اتنے چھیل چھبیلے بن گئے ہو کہ عورتیں دیکھتے ہی پٹاپٹ مرنے لگیں گی۔"

اس بات پر دونوں ہنسنے لگے۔ چپت راؤ نے کہا۔ "تمہارے نئے چہرے کی آئی ڈی' پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات بنوائے ہوں گے۔"

پھر وہ انکار میں سر ہلا کر بولا۔ "ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ ہمیں کل تک شملہ پہنچنا ہے۔ بھاری رشوتیں دے کر کام بنانا ہوگا۔"

وہ کیمرا لا کر اس کی تصویریں اتارتے ہوئے بولا۔ "میں دھرم داس جی کو تصویریں دے کر جاؤں گا۔ وہ ہمارے شملہ سے واپس آنے تک تمہارے تمام اہم کاغذات تیار کرا لیں گے۔"

"کیا جہاز میں سیٹیں مل گئیں؟"

"نہیں۔ ہم صبح چھ بجے کی ٹرین سے جائیں گے۔ ٹرین سے جانا اس لیے ضروری ہے کہ ہمارے آدمی بہت زیادہ اسلحہ چھپا کر لے جا رہے ہیں۔"

"اسلحہ پکڑا گیا تو ہم بھی پکڑے جائیں گے۔"

"ہم اپنے آدمیوں سے دور رہیں گے۔ انہیں اسمگلنگ کا تجربہ ہے۔ ہم شملہ پہنچ کر جس قسم کا اسلحہ چاہیں گے' وہ ملتا رہے گا۔"

دوسرے دن میدانِ جنگ کے سپاہی شملہ کی طرف روانہ ہونے لگے۔ مراد صبح چھ بجے ٹرین ہمالین کوئین سے روانہ ہوا۔ اس کے چار گھنٹے بعد ایمان علی ائرپورٹ آیا۔ وہاں میڈونا اسے دیکھ کر خوشی سے چیخ پڑی۔ ایمان نے دونوں بازو پھیلائے تو وہ دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

گئی۔

یہ دلوں کی دھڑکنیں تیز کردینے والے لمحات تھے۔ لیکن ایمان علی معشوقہ کے آگے بچھے ہٹے کٹے مشٹنڈے گارڈز کو دیکھ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ سب نیلے رنگ کی وردی میں تھے۔ وہ اس کے گلے کا ہار بنی ہوئی تھی۔ ایمان علی نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ''کیا یہ اسی طرح کباب میں ہڈیاں بنتے رہیں گے؟''

وہ بولی۔ ''مجبوری ہے' میرے پاپا کا حکم ہے۔ یہ سائے کی طرح شملہ میں بھی آگے پیچھے رہیں گے۔ ابھی یہاں صرف چار ہیں۔ شملہ میں تو جیسے فوج پہنچی ہوئی ہے۔''

''لیکن یہ کیسے گارڈز ہیں۔ ان کے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔''

''جہاز میں اسلحہ ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ شملہ پہنچتے ہی یہ سب مسلح ہوجائیں گے۔''

''یہ خالی ہاتھ ہیں۔ ابھی تمہیں کس کروں گا تو یہ مجھے گولی نہیں مار سکیں گے۔''

''کیا تم ڈرتے ہو؟''

''ڈرتا نہیں، تمہاری بہتری چاہتا ہوں۔ یہ نہیں چاہتا کہ تم شادی سے پہلے بیوہ ہوجاؤ۔''

''ایسا نہیں ہوگا۔ کس کرو۔ میں تڑپ رہی ہوں۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں سلگتے ہوئے لبوں تک پہنچ گیا۔ انڈیا میں سرعام ایسی جذباتی جرأت مندی کی اجازت نہیں ہے۔ صرف ائرپورٹ اور سی پورٹ پر غیر ملکیوں کو چھوٹ دے دی جاتی ہے۔

میڈونا غیر ملکی یہودی تھی۔ دور کھڑے ہوئے قانون کے محافظوں نے خاموشی سے اس منظر کو دیکھا۔ اس کے چاروں باڈی گارڈز بھی ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

☆☆☆

بلّا آئندہ بھی مراد علی منگی بن کر میکانو رابرٹ سے ملنے والا تھا۔

ماسٹر نے اس کی کارکردگی سے مطمئن ہوکر مراد سے مشورہ کرنے کے بعد اجازت دی تھی کہ وہ مراد بن کر ڈی ڈی ٹی کے بگ باس میکانو رابرٹ کے لیے کام کرسکتا ہے۔

ماسٹر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میکانو رابرٹ کے ذاتی خفیہ معاملات کیا ہیں اور وہ اپنے معاملات میں مراد (بلّے) کو کس حد تک رازدار بنانے والا ہے۔

ماسٹر نے مراد سے کہا تھا۔ ''تم آج کل مرینہ کو اپنے لیے بہت ضروری سمجھ رہے ہو۔ جس کا نتیجہ دیکھ رہے ہو۔ ماروی تم سے بدظن ہوگئی ہے۔ تم بہت زیادہ ٹینشن میں ہو۔''

مراد نے کہا تھا۔ ''واقعی ماروی نے مجھ سے دور ہوکر سمجھا دیا ہے کہ مرینہ کے باعث اسے ہارنے والا ہوں۔''

پھر ماسٹر نے کہا تھا۔ ''آگے کیا ہونے والا ہے، یہ تم سمجھو۔ یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ لیکن تمہیں یہ سمجھا دوں کہ بلّے اور میکانو کے موجودہ معاملے میں مرینہ کو رازدار نہ بنانا۔ اسے یہ نہ معلوم ہو کہ وہ مراد بن کر میکانو رابرٹ سے بلّے کررہا ہے۔''

اس نے وعدہ کیا تھا۔ ''میں آپ کا یہ مشورہ یاد رکھوں گا۔ مرینہ کو رازدار نہیں بناؤں گا۔ ویسے بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس سے دور ہوگیا ہوں۔ یہ فیصلہ کرچکا ہوں کہ ماروی کو جیتنے کے لیے مرینہ کو ہار جاؤں گا۔ اس سے بات بھی نہیں کروں گا۔''

دوسری طرف میکانو رابرٹ بھی بہت محتاط تھا۔ اس کی تنظیم ڈی ڈی ٹریڈرز کے دو اور پارٹنر تھے۔ ایک تو وہی لندن شاپنگ پلازا کا مالک جیمس ہارورڈ تھا جو بلّے سے ٹکرا کر بری طرح مات کھا چکا تھا۔

میکانو کا دوسرا پارٹنر ایک انڈین کرمنل راکیش راؤ تھا۔ ان تینوں پارٹنرز کے درمیان میکانو رابرٹ بگ باس کہلاتا تھا۔ اس نے اپنے دونوں قابلِ اعتماد پارٹنرز کو بھی یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ مراد علی منگی سے ملاقات کرنے والا ہے اور ہر قیمت پر اس کی خدمات حاصل کرنے والا ہے۔

اس نے جیمس ہارورڈ سے کہا تھا کہ وہ مراد کے بڑے بھائی بلال احمد کو دوست بنا رہا ہے۔ لہٰذا آئندہ اس سے دشمنی نہ کرے۔ بلال احمد بھی زبردست فائٹر، شوٹر اور پلان میکر ہے۔ وقتِ ضرورت اس سے کام لیا جائے گا۔

میکانو اپنے قابلِ اعتماد لوگوں سے بھی چھپنے کے لیے عارضی میک اپ کے ذریعے چہرہ بدل کر لندن پہنچ گیا۔ اس نے فون کے ذریعے بلّے سے کہا۔ ''میں یہاں آگیا ہوں۔ ایسٹ بورن کے سی ویو ہوٹل کے روم نمبر دو سو سات میں ہوں۔ کیا ابھی ملاقات ہوسکتی ہے؟''

''میں دوپہر دو بجے تک پہنچ رہا ہوں۔''

بشریٰ نے کہا۔ ''میں بھی چلوں گی۔''

وہ بولا۔ ''تجھے سمجھایا ہے کہ مراد بن کر میکانو رابرٹ سے ملتا رہوں گا اور مراد کبھی کسی عورت کے ساتھ نہیں رہتا۔ پھر تجھے ساتھ کیسے لے جاؤں؟''

''مراد بھائی کے ساتھ مرینہ رہتی ہے' یہ تمام دشمن جانتے ہیں۔ ابھی اندر کی یہ بات کوئی نہیں جانتا کہ مراد بھائی مرینہ سے دور ہوگئے تھے۔ ابھی تیرے ساتھ رہوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

گی تو میکانو رابرٹ یہی سمجھے گا کہ مرینہ تیرے ساتھ ہے۔"
وہ ایک انگلی دکھاتے ہوئے بولی۔ "تو مراد علی منگی بن رہا ہے تو مجھے مرینہ بن کر رہنے دے۔ باتیں نہ بنا۔"
بلا سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگا اور سوچنے لگا۔ "ابھی ایک عرصے تک دشمن یہی سمجھتے رہیں گے کہ مراد اور مرینہ کا ساتھ ہمیشہ کی طرح ہے۔ بشریٰ میرے ساتھ مرینہ بن کر رہ سکتی ہے۔ میرے معاملات میں ساتھ رہ کر ٹریننگ حاصل کرتی رہے گی تو مرینہ سے بھی زیادہ آندھی طوفان بن جائے گی۔"
بشریٰ نے کہا۔ "کتنی دیر سے مجھے دیکھ رہا ہے۔ کچھ بولنے والا ہے مگر بولتا نہیں ہے۔ میں تیرا انکار نہیں سنوں گی۔"
وہ بڑے پیار سے مسکرانے لگا۔ وہ دونوں باہیں پھیلا کر بولی۔ "ہائے میں قربان! تو میری بات مان رہا ہے۔"
اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کچھ لیے دیے بغیر کام نہیں بنتا۔ رشوت دے گی تو مان لوں گا۔"
وہ لپک کر آئی اور اس کی دھڑکنوں سے لگ کر رشوت دینے لگی۔ رشوت ہوتی ہی ایسی ہے کہ منہ بند کر دیتی ہے۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے ساری دنیا کو بھول گئے۔ پھر بلے نے کہا۔ "تو میری آغوش میں بشریٰ ہے۔ آغوش سے باہر آئندہ مرینہ بن کر رہے گی۔"
اس نے پوچھا۔ "کیا مجھے مرینہ کی بول چال اور اس کے اسٹائل کی نقل کرنی ہوگی؟"
"کوئی ضروری نہیں ہے مرینہ جب بھیس بدلتی ہے تو اسٹائل بھی بدل دیتی ہے۔ ابھی تیرے موجودہ روپ میں یہی سمجھا جائے گا کہ مرینہ ایک ایشیائی عورت بن گئی ہے اور ہم دشمنوں پر ظاہر نہیں ہونے دیں گے کہ تو مرینہ ہے اور میں مراد ہوں۔"
میکانو رابرٹ پچپن برس کا ایک قد آور صحت مند برطانوی تھا۔ صحت ایسی تھی کہ بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچنے کے باوجود ٹھوس جوان مرد دکھائی دیتا تھا۔
وہ برطانیہ چھوڑ کر افریقا کے شہر کاکوتا میں ایک عام آدمی کی طرح ہیروں کی کان میں مزدوری کرنے آیا تھا۔ اس کی سوچ بچپن سے مجرمانہ تھی۔ وہ اپنی عادت کے مطابق دن رات بڑی ہیرا پھیری سے جدوجہد کرتا ہوا کاکوتا ڈائمنڈ مائنز میں اڑتیس برس سے شیئر ہولڈر بن گیا تھا۔
اس نے اسی شہر میں ایک کلومیٹر کے رقبے پر ایک عالیشان محل بنایا تھا۔ محل کے اندر جدید الیکٹرونک سسٹم سے حفاظتی انتظامات کیے تھے۔ محل کے احاطے کے اندر اور باہر دن رات مسلح گارڈز ڈیوٹی پر مستعد رہا کرتے تھے۔ وہ جہاں جاتا تھا' اس کے آگے پیچھے درجنوں گن بردار گاڑیوں میں ساتھ چلتے تھے۔
وہ زندگی میں پہلی بار سیکیورٹی کے بغیر مراد سے ملنے کے لیے بھیس بدل کر اپنے محل سے باہر نکلا۔ اسے اپنے طور پر یقین تھا کہ وہ بڑی رازداری سے لندن جا رہا ہے لیکن اس نے اپنی سیکیورٹی کے لیے محل میں جس طرح جدید حفاظتی انتظامات کیے تھے' اس کے نتیجے میں وہ خود اپنے محافظوں سے چھپ نہیں سکتا تھا۔
اس کے ایک قابل اعتماد دست راست کا نام یوگاتا تھا۔ وہ اپنے باس کی خفیہ مصروفیات کو بڑی خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ اسے نئے بھیس میں پہچان رہا تھا۔ وہ بھی محل سے نکل کر اس کا تعاقب کرتا ہوا لندن پہنچ گیا تھا۔
وہ حیران تھا کہ اس کے باس نے پہلی بار اسے اعتماد میں کیوں نہیں لیا؟ تنہا خطرات مول لے کر کہاں جا رہا ہے؟ کیوں جا رہا ہے؟
یوگاتا نے سی ویو ہوٹل میں پہنچ کر دور سے دیکھا۔ یہ معلوم کیا تھا کہ باس میکانو ایک کمرا کرائے پر لے کر لفٹ کے ذریعے اوپر پانچویں فلور پر گیا تھا۔
ایسے وقت بشریٰ جینز اور جیکٹ پہنے ہوٹل کی لابی میں موجود تھی۔ پلاننگ کے مطابق دور ہی دور سے بلے کی نگرانی کرنے آئی تھی۔ اس نے یوگاتا کو اور یوگاتا نے اس کو وہاں دیکھا تھا۔ دونوں یہ جان نہیں سکتے تھے کہ ان کا تعلق بلے اور میکانو سے ہے۔
اُدھر ہوٹل کے کمرے میں بلے اور میکانو نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر وہ بلے سے گلے لگ کر بولا۔ "ایک عرصے کے بعد میری یہ مراد پوری ہو رہی ہے۔ میں مراد علی منگی کو اپنے سینے سے لگا رہا ہوں۔"
بلے نے کہا۔ "یہ ہماری پہلی ملاقات ہے۔ تمہاری گرم جوشی کہہ رہی ہے کہ مجھے دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہو اور ہمیشہ میری قدر کرتے رہو گے۔"
انہوں نے الگ ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھ کو مضبوطی سے جکڑ کر مصافحہ کیا۔ میکانو نے کہا۔ "آنے والا وقت بتائے گا۔ میں تمہیں ڈی ڈی ٹی تنظیم میں ایک شہزادے کی طرح رکھوں گا اور تمہاری تمام مہنگی ضروریات پوری کرتا رہوں گا۔"
وہ دونوں صوفوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ بلے نے کہا۔ "سب سے پہلے یہ بتاؤ کیا تنہا ہو؟ کیا تمہارا کوئی قاتل

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINELIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY
PAKSOCIETY

اعتماد اسسٹنٹ آس پاس نہیں ہے؟"

وہ پورے یقین سے بولا۔ "میں نے اپنے قابلِ اعتماد دستِ راست پر بھی اعتماد نہیں کیا ہے۔ تم سے وعدہ کیا تھا کہ ہماری ملاقات کا علم کسی کو نہیں ہوگا۔ یہاں میں بالکل تنہا ہوں۔ میرا خیال ہے تم نے بھی کسی کو رازدار نہیں بنایا ہے۔"

"میری ایک ہی رازدار مرینہ ہے۔ وہ مختلف بھیس میں دور ہی دور سے میری نگرانی کرتی ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔ "آہا مرینہ... کیا بات ہے۔ جرائم کی دنیا میں تم دونوں کا بہت چرچا ہے۔"

بلّے نے تصور کی آنکھوں سے بشریٰ کو دیکھا پھر کہا۔ "وہ سرپھری ہے۔ اگر تمہاری لاعلمی میں کوئی چھپ کر نگرانی کر رہا ہوگا تو اس کی شامت آجائے گی۔"

میکالو رابرٹ نے کہا۔ "وہاں چرچ میں تم نے خود کو بلال احمد کہا تھا اور جو عورت تمہارے ساتھ تھی کیا وہ واقعی تمہاری وائف تھی؟"

وہ بولا۔ "نہیں۔ یہ سبھی جانتے ہیں کہ میں اپنی ماروی کا دیوانہ ہوں لیکن وہ گھر گرہستی والی عورت ہے۔ جرائم کی دنیا میں صرف مرینہ میرے ساتھ رہتی ہے۔"

"ہاں، یہ سب ہی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم مرینہ کے پیچھے رہ کر اسے سکیورٹی دیتے ہو۔ وہ تمہارے لیے لڑتی ہے۔ جس دن وہ گرفت میں آئے گی، اس دن تمہیں بھی آسانی سے گرفتار کرلیا جائے گا۔"

"یہ ہمارے دشمنوں کا خیال ہے۔ ہم مرجائیں گے لیکن گرفتاری نہیں دیں گے۔"

"تم دونوں اپنے ذاتی معاملات میں بہت محتاط ہو۔"

"تم اپنے بارے میں بتاؤ۔ میں کیوں تمہارے لیے ضروری ہوں؟"

"مجھے ایک بے باک، دلیر، حاضر دماغ، ذہین چالاک مگر وفادار اور رازدار بن کر رہنے والے محافظ کی ضرورت ہے اور وہ تم...... صرف تم ہوسکتے ہو۔"

"تمہارے مسائل کیا ہیں؟"

"میں اپنے بدترین اور پیچیدہ مسائل سے نمٹ لیتا ہوں لیکن سی آئی اے اور انٹرپول کے دو خطرناک افسران کے سامنے بے بس ہوگیا ہوں۔ وہ قانون کی بالادستی قائم رکھنے والے ادارے کے افسران ہیں۔ میں ان کے خلاف کچھ کر نہیں پاتا ہوں اور وہ میری مجبوریوں سے کھیل رہے ہیں۔"

بلّے نے پوچھا۔ "قصہ کیا ہے؟"

وہ بولا۔ "میرے ڈائمنڈ مائن سے ایسے ہیرے نکالے جاتے ہیں، جو بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ میرے پاس ایسے قیمتی ہیروں کا ذخیرہ ہے۔ میں ہر ماہ لاکھوں ڈالرز کماتا رہتا ہوں پھر بھی ذخیرہ کم نہیں ہوتا لیکن چھ ماہ پہلے اچانک کم ہوگیا۔"

وہ صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ "جینیفر میری بہت ہی حسین بیوی تھی۔ ہمارے جیسے خطرناک اور سنگدل لوگوں پر بھی حسن کا داؤ چل جاتا ہے۔ کیا بتاؤں کہ وہ اپنے جادوئی بدن سے اور دل فریب اداؤں سے کیسے سحرزدہ کردیتی تھی۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "میں حسن کے چٹخارے کو سمجھتا ہوں۔ آگے بولو۔"

"میں اس کے ہاتھوں سے پیتا تھا اور یہ راز اگل دیتا تھا کہ میں نے ہیروں کا ذخیرہ محل کے تہ خانے میں رکھا ہے اور اس کا چور دروازہ کن نمبروں سے کھلتا ہے۔"

بلّا مسکرانے لگا۔ وہ ندامت سے بولا۔ "تنہائی کے رنگین لمحات میں ہم صرف چند منٹوں تک عورت پر حاوی رہتے ہیں۔ ورنہ ہماری لاعلمی میں وہی ہمارے اعصاب پر اور ہمارے ذہن پر سوار رہتی ہے۔"

وہ اپنی تین انگلیاں دکھاتے ہوئے بولا۔ "میرے تین جوان بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ میں نے کبھی انہیں رازدار نہیں بنایا۔ وہ کمبخت جینی اس تہ خانے تک پہنچ گئی۔ میں اکثر کئی دنوں کے لیے محل سے اور اپنے شہر سے دور چلا جاتا تھا۔ ایسے وقت وہ تہ خانے میں جاکر بہت ہی چمکتے ہوئے اور جگمگاتے ہوئے پتھر وہاں رکھتی تھی اور ان کے بدلے اصلی ہیرے اٹھا کر لے جاتی تھی۔"

بلّے نے مسکرا کر کہا۔ "واہ... کیا خوب چالبازی دکھا رہی تھی۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "وہ بڑی چالاکی سے فریب دے رہی تھی۔ میں دو چار بار تہ خانے میں گیا۔ پھر دور سے ان جگمگاتے پتھروں کو دیکھ کر مطمئن ہوگیا۔ وہ اصلی ہیروں کے ڈھیر میں نقلی نہیں لگ رہے تھے۔"

وہ شکست خوردہ سا ہو کر بولا۔ "ایک بار وہ میرے ساتھ سوئٹزرلینڈ گئی۔ میرے ساتھ ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ میں کسی ضرورت سے باہر گیا تھا پھر واپس آیا تو وہ کمرے میں نہیں تھی۔ میں نے فون پر پوچھا۔ "کہاں ہو؟" اس کی کھنکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "اپنے یار کی آغوش میں ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY
PAKSOCIETY

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''کیوں مذاق کررہی ہو؟ بولو کہاں ہو؟ میں آرہا ہوں۔''

تب مجھے دلی صدمہ ہوا جب دوسری طرف سے ایک مرد کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ ''ابے کیوں کباب میں ہڈی بنے آئے گا؟ پورے دس مہینے تک میری بیوی کی جوانی سے کھیلتا رہا۔ کمبخت رازہی نہیں اگلتا تھا۔ آخر مینی نے اگلوالیا۔''

میں چند لمحوں کے لیے ساکت رہ گیا۔ چشم زدن میں مینی اور اس کے شوہر کی چالبازی سمجھ میں آگئی۔ وہ فون پر کہہ رہا تھا۔ ''ہم اسی ہوٹل کے ایک کمرے میں ہیں۔ میں ایک گھنٹے بعد تجھ سے ملاقات کروں گا۔ تو جرائم کی دنیا کا خطرناک کھلاڑی ہے لیکن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا جانتا ہے کیوں؟''

پھر وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''میرا نام ہارپر ولیم ہے۔ میں انٹیلی جنس سی آئی اے کا چیف آفیسر ہوں۔ ہمیشہ بھری ہوئی بندوقوں کے سائے میں رہتا ہوں اور میرے ہاتھوں میں قانون کی دودھاری تلوار رہتی ہے۔''

''یہ سنتے ہی میں ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ ایک بہت ہی مضبوط قانونی ادارے کا اعلیٰ افسر تھا۔ میں خطرناک مجرموں سے ٹکراتا ہوں۔ قانون سے ٹکرانے کے لیے سو بار سوچنا پڑتا ہے۔ اس نے چیلنج کرنے کے بعد فون بند کردیا۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ انٹیلی جنس سی آئی اے کے افسران دنیا کے کسی بھی ملک میں جاکر قانون کے نام پر غیر قانونی کھیل کھیلتے ہیں۔ مینی بہت مضبوط شخص کی گود میں کھیلنے والی عورت ہے۔

''مجھے اچھی طرح سوچنا سمجھنا تھا کہ میں اس چیف آفیسر ہارپر ولیم کے خلاف کچھ کر بھی سکوں گا یا نہیں؟ ایک گھنٹے کے بعد ہوٹل کے میٹنگ ہال میں اس سے ملاقات ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔ وہ میرے سامنے بیٹھ کر بولا۔ ''پہلے ان کاغذات پر ایک نظر ڈالو۔''

''اس نے وہ فائل میری طرف بڑھائی۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا۔ ایک سرسری سی نظر ڈالتے ہی معلوم ہوگیا کہ وہ میرے خفیہ کاغذات کی فوٹو کاپیاں ہیں۔ مینی میرے سیف سے چرا کرلے گئی تھی۔

وہ بولا۔ ''اصل کاغذات میرے سیف میں ہیں۔ یہ دستاویزات جس دن عدالت میں پہنچیں گی، اسی دن تمہیں گیس چیمبر میں سزائے موت کا حکم سنادیا جائے گا۔''

بے شک میں بری طرح پھنس گیا تھا۔ اس کا منہ تکنے لگا۔ اس نے کہا۔ ''تمہاری بے انتہا دولت کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ تم ان ہیروں پر سانپ بن کر بیٹھے ہو۔ سیکیورٹی کے ایسے سخت انتظامات ہیں کہ ایک چیونٹی بھی اس تہ خانے میں نہیں پہنچ سکے گی لیکن میری چھمک چھلو وہیں پہنچ گئی۔''

وہ فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ ''میرے اندازے کے مطابق وہ بیس کروڑ کے ہیرے وہاں سے لے آئی ہے پھر بھی اس کا بیان ہے کہ تمہارا خزانہ کم نہیں ہوا ہے۔''

وہ بول رہا تھا اور میں چپ چاپ سن رہا تھا۔ ایسے وقت ایک شخص ہمارے پاس آکر بیٹھ گیا۔ ہارپر نے کہا۔ ''یہ میرا جگری یار انٹرپول کا زونل آفیسر گرووز فرانسس ہے۔''

گرووز نے کہا۔ ''ویل میکانو! تمہارے ایک بیٹے والٹر میکانو نے ایک یہودی پیشوا کو قتل کیا۔ اس کی بیٹی سے منہ کالا کیا۔ پھر یہاں سے فرار ہوگیا کیونکہ اس کے خلاف ٹھوس ثبوت مل گئے تھے۔ تم اپنی دولت سے اور ذرائع سے اسے بچا نہیں سکتے تھے۔ وہ ساؤتھ کوریا میں چھپا ہوا ہے۔ میں اسی علاقے کا زونل آفیسر ہوں۔ تمہارا بیٹا میری حراست میں ہے۔ میں تم سے پوچھنے آیا ہوں' کیا اسے عدالت میں پہنچادوں؟''

میں نے بے بسی سے کہا۔ ''میں اس کی سلامتی کے لیے منہ مانگی رقم دوں گا۔''

وہ بولا۔ ''ہم ایک بار رقم لے کر دونوں باپ بیٹے کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔''

ہارپر نے کہا۔ ''ہیروں کی کان میں تمہارا اڑتیس پرسنٹ کا شیئر ہے۔ ہمیں دس پرسنٹ دیا کرو۔ ہم دوست بن کر رہا کریں گے۔ دشمنی نہیں کریں گے۔''

''مینی' ہارپر اور گرووز یہ تینوں ایسے دشمن ہیں کہ جب تک زندہ رہیں گے مجھ سے دس پرسنٹ حاصل کرتے رہیں گے اور میں بری طرح شکنجے میں آگیا ہوں۔ کروڑوں ڈالرز کے ہیرے ان کے حوالے کرتا رہوں گا۔''

میں نے کہا۔ ''تعجب ہے' کیا تمہارے شوٹرز انہیں ہلاک نہیں کرسکتے؟''

''انٹرپول اور سی آئی اے کے وہ دونوں افسران اپنے دشمنوں سے لڑنا اور اپنی حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں۔ وہ اب تک میرے بارہ شوٹرز کو ہلاک کرچکے ہیں۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ میں انہیں ہلاک کرنا چاہتا ہوں لیکن یہ ثابت نہیں کرسکتے کہ وہ میرے ہی شوٹرز تھے جو مارے گئے۔''

میکانو نے بڑی بے بسی سے کہا۔ ''انہوں نے کہہ دیا ہے کہ میری ذرا سی پہل پر وہ دشمنی کو سمجھ رہے ہیں۔ اگر اب کوئی شوٹر

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY PAKSOCIETY

ان کی طرف آئے گا تو وہ اپنا مطالبہ بڑھا دیں گے۔ دس کی جگہ بارہ پرسنٹ لیتے رہیں گے۔"

وہ بلے کی طرف جھک کر بولا۔ "اب کوئی شوز جائے گا اور ناکام رہے گا تو میں بارہ پرسنٹ کا نقصان اٹھاؤں گا۔ ایک تم ہی ہو جوان کے مقابلے میں ناکام نہیں رہو گے۔"

بلے نے کہا۔ "ان کی ہلاکت کے بعد تمہارے کاغذات عدالت میں کوئی پہنچائے گا تو پھر کیا ہوگا؟"

وہ تمام کاغذات بارپر کے سیف میں ہیں۔ میرے دو محافظ اس کے ملازم بنے ہوئے ہیں۔ میری ایک جاسوس عورت اس کے گھر میں ملازمہ ہے۔ وہ جلد ہی کسی طرح وہ کاغذات وہاں سے نکال لائیں گے۔ اگر یہ کام تم بھی کر سکو تو میں اس کی ہمصد الگ سے تمہیں دس لاکھ پاؤنڈز ادا کروں گا۔"

"بارپر کہاں رہتا ہے؟"

"وہیں تمہارے قریب ہی اسکاٹ لینڈ میں ہے۔ انٹرپول کا زونل آفیسر گرد ور چھٹیوں پر آیا ہوا ہے۔ وہ بارپر کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ اگلے ماہ کی دس تاریخ کو وہ اپنا شیئر لینے کے لیے میرے پاس کاونا سی آئیں گے۔"

بلا سوچنے لگا۔ پچیس دنوں کے بعد دس تاریخ آنے والی تھی اور مجھے تین دنوں میں پاکستان جانا ہے۔

میکالو نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

اس نے کہا۔ "دس تاریخ بہت دور ہے۔ اس سے پہلے تم بیٹی، بارپر اور گرد ور کی مصروفیات سے آگاہ کرتے رہو گے تو میں ان میں سے ایک آدھ کو کہیں دبوچ لوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "میں ہر روز ان کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہوں گا اور وہ معلومات تمہیں پہنچاتا رہوں گا۔"

ہوٹل کے ویٹنگ ہال میں بشریٰ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی نظریں لفٹ اور زینے کی طرف تھیں۔ بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھی کہ کون پانچویں فلور تک جا رہا ہے اور آ رہا ہے؟

اس نے بوکاٹا کو دو بار اوپر جاتے اور نیچے آتے دیکھا تھا۔ وہ نیگرو یوں آنے جانے کے باعث اسے کھٹکنے لگا۔ وہ لفٹ سے گراؤنڈ فلور میں آنے کے بعد بالکونی کی طرف جا رہا تھا۔ وہ بڑی توجہ سے اسے دیکھ رہی تھی۔ بوکاٹا بالکونی کی ایک دیوار کے پیچھے جا کر نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس دیوار کے پاس گئی پھر رک گئی۔ دیوار کے پیچھے اس کے لباس کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ وہ دھیمی آواز میں بول رہا تھا۔ بشریٰ ذرا قریب ہو کر دیوار سے لگ کر سننے لگی۔ وہ بول رہا تھا۔ "میں بڑی دیر سے دیکھ رہا ہوں۔ میکالو اس اجنبی کے ساتھ ابھی تک کمرے میں ہے۔ یقیناً اس کے ساتھ کوئی لمبی ڈیلنگ ہو رہی ہوگی۔"

وہ ذرا چپ ہو کر دوسری طرف کی باتیں سننے کے بعد بولا۔ "جب وہ اجنبی کمرے سے باہر آئے گا۔ آپ کے آدمی اسے ٹریپ کریں گے تب ہی اس کی اصلیت معلوم ہوگی کہ وہ کون ہے۔ ویسے وہ بہت اہم شخص ہوگا۔ تب ہی میکالو اس سے ملنے افریقا سے یہاں چھپ کر آیا ہے۔"

بشریٰ سن رہی تھی اور اس کا ذہن چیخ کر کہہ رہا تھا کہ بلا دشمنوں کی نظروں میں آ گیا ہے۔ ابھی وہ ہوٹل سے باہر جانے میں ذرا بھی دیر کرے گا تو مشکل میں پڑ جائے گا۔

وہ بالکونی سے دور ہو کر وزیٹرز لابی میں آ گئی۔ وہاں سے اس نے بلے کو کال کی۔ اس نے میکالو سے باتیں کرنے کے دوران میں ننھی سی اسکرین پر اس کے نمبر پڑھے پھر اسے کان سے لگا کر بولا۔ "ہاں کیا بات ہے؟"

وہ بولی۔ "خطرہ ہے۔ یہاں بالکونی میں ایک نیگرو ہے۔ یہ جانتا ہے کہ میکالو ایک اجنبی سے کمرے میں باتیں کر رہا ہے۔ یہ نیگرو فون پر کسی سے بول رہا تھا۔ وہ دشمن معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم کون ہو؟ کمرے سے باہر آؤ گے تو تمہیں گھیر لیا جائے گا۔"

بلے نے کہا۔ "میں تھوڑی دیر بعد تمہیں کال کروں گا۔ اس نیگرو پر نظر رکھو۔ اسے کہیں گم نہ ہونے دو۔"

وہ فون بند کر کے اٹھتے ہوئے بولا۔ "مسٹر میکالو! سوری ٹو سے... تم رازداری سے نہیں آئے ہو۔ یہاں ایک نیگرو ہمارے خلاف مخبری کر رہا ہے۔"

بلے نے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر کوریڈور میں دیکھا۔ میکالو نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں حیران ہوں۔ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بڑی رازداری سے آیا ہوں۔ کیا تم جا رہے ہو؟"

"ہاں، ابھی تم دیکھو گے کہ میری موت بن کر آنے والوں کے لیے میں کس طرح موت بنتا ہوں۔"

وہ کوریڈور میں آ کر دوڑتا ہوا ایمرجنسی زینے کی طرف گیا۔ پھر چھلانگیں لگاتا ہوا زینے سے اترتا ہوا ہوٹل کے پچھلے حصے سے باہر آ گیا۔ بشریٰ نے وقت سے پہلے ہی اسے محتاط کر دیا تھا۔ اسے گھیرنے والے ابھی نہیں آئے تھے۔ کسی وقت بھی وہاں پہنچنے والے تھے۔ اس سے پہلے ہی بشریٰ نے اسے ہوشیار کر دیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY
PAKSOCIETY

میکانو رابرٹ اپنے اس نیگرو دست راست بوگاتا پر اندھا اعتماد کرتا تھا اور یہ اندھا پن اسے ڈبونے والا تھا۔ وہ حقیقتاً سی بی آئی اور انٹرپول سی آئی اے کے افسر ہارپر ولیم کے لیے کام کررہا تھا۔ درپردہ وہ ان کا نمک خوار تھا۔ اس وقت بالکونی میں ہارپر ہی سے باتیں کررہا تھا اور اب وہ سی آئی اے کا افسر اپنے شوٹرز کے ساتھ تیزی سے ہوٹل کی طرف چلا آرہا تھا۔

بوگاتا بالکونی سے چلتا ہوا ایک سمت جانے لگا، بشریٰ اس کے پیچھے ہوگئی۔ بلے نے تاکید کی تھی کہ اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دے۔ وہ اس کے پیچھے چلتی ہوئی ٹوائلٹ کے اندر آگئی۔ بوگاتا نے پلٹ کر ایک عورت کو حیرانی سے دیکھا پھر کہا۔ "یہ لیڈیز نہیں جینٹس ٹوائلٹ ہے۔"

وہ بولی۔ "لیڈیز ٹوائلٹ ہو یا جینٹس، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ موت کہیں بھی آجاتی ہے۔"

سنتے ہی بوگاتا نے خطرے کو بھانپ لیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے اپنا ریوالور نکال لیا۔ اسے نشانے پر رکھ کر معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے...؟

بشریٰ پہلے سے تیار ہوکر آئی تھی۔ اس کے لباس کے اندر سائلنسر لگے ہوئے ریوالور نے ایک ساعت کی دیر نہیں کی۔ ایک گولی نے چپ چاپ آکر بوگاتا کے ہاتھ سے ریوالور کو گرادیا۔

وہ زخمی ہاتھ کو تھام کر پیچھے ہٹ کر کراہتے ہوئے بولا۔ "کون ہو تم؟"

وہ سخت لہجے میں بولی۔ "وقت برباد نہ کرو فوراً بتاؤ کہ..."

وہ بولتے بولتے چپ ہوگئی۔ رنگ ٹون چیخنے لگی تھی۔ وہ فون بوگاتا کی جیب میں تھا۔ بشریٰ نے کہا۔ "فون اٹینڈ کرو۔ خبردار ایسا نہ کہنا کہ گن پوائنٹ پر ہو۔"

اس کا ایک ہاتھ زخمی تھا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے فون کو نکالا۔ بشریٰ نے فون کو چھین کر اس کے والیوم کو فل کیا پھر اس کی طرف بڑھایا۔ وہ اسے کان سے لگا کر بولا۔ "یس مسٹر ہارپر! اس سے پہلے کہ تم کچھ بولو..."

اس نے بشریٰ کو غافل سمجھ کر اچانک اسے دھکا دیا۔ وہ ایک عورت کو گرا کر اس سے گن چھین سکتا تھا لیکن گولی چل گئی اس کے دیدے پھیل گئے۔ وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ بشریٰ فوراً ٹوائلٹ سے باہر آگئی۔

تھوڑی دیر بعد ہی شور اٹھا کہ ٹوائلٹ میں ایک نیگرو کی لاش پڑی ہے۔ فوراً ہی پولیس سے رابطہ کیا گیا۔ ہارپر بھی اپنے شوٹرز کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ان سی میں ٹریننگ کے دوران بشریٰ کو یہ بتایا گیا تھا کہ ایسے وقت سب سے پہلے اپنے ہتھیار کو چھپانا چاہیے۔ چھپانے کی جگہ نہ ہو تو اسے کہیں پھینک کر خالی ہاتھ ہوجانا چاہیے۔ وزیٹرز لابی میں پھولوں کے بڑے بڑے گملے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک گملے کے پیچھے اپنی گن چھپادی۔

ہوٹل کی سیکیورٹی نے باہر جانے کے دروازے بند کردیے تھے۔ اندر رہنے والوں کو معذرت کے ساتھ چیک کیا جارہا تھا۔ ایسے وقت بلے نے فون پر پوچھا۔ "تو کہاں ہے؟ میں ہوٹل کے باہر انتظار کررہا ہوں۔"

وہ بولی۔ "میں نہیں آسکتی۔ دروازے بند کردیے گئے ہیں۔ یہاں سب ہی کی تلاشی لی جارہی ہے۔"

"کیوں تلاشی لی جارہی ہے؟"

وہ بولی۔ "میں نے اس دشمن نیگرو کو گولی ماردی ہے۔"

"کیا...؟" وہ چیختے ہوئے اچھل پڑا۔ پریشان ہوکر بولا۔ "اری او پاگل کی بچی! اسے گولی کیوں ماری...؟ تیرے پاس اسلحہ ہے۔ پکڑی جائے گی۔"

"کیوں چیخ رہا ہے؟ میں نے اسلحہ چھپادیا ہے۔"

"اسے مارنا کیا ضروری تھا؟"

"مجھے بھی عقل ہے۔ میں گولی نہیں چلانا چاہتی تھی۔ اس نے مجھے دھکا مارا تو خود ہی چل گئی۔ وہ حرام موت مرنا چاہتا تھا مر گیا۔ میں کیا کروں؟"

وہ ہوٹل کے باہر اپنی کار میں بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ پولیس کے مسلح سپاہی بھی آگئے تھے۔ کسی کو ہوٹل سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جارہی تھی۔ پریشانی یہ تھی کہ اس کی بلی بھی وہاں پھنسی ہوئی تھی۔

ایک پولیس افسر نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ ہوٹل میں کیوں آئی ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "میرے بوائے فرینڈ نے مجھے لنچ کے لیے انوائٹ کیا تھا۔ میں اس کا انتظار کررہی ہوں۔"

وہ افسر دوسرے وزیٹر کے پاس جاکر اس کی تلاشی لینے لگا۔ اس سے سوالات کرنے لگا۔ بشریٰ نے فون پر کہا۔ "بلے! میں نے پولیس افسر سے کہا ہے کہ یہاں لنچ کے لیے اپنے بوائے فرینڈ کا انتظار کررہی ہوں۔ تو آجا۔"

بلے نے سوچا جو نیگرو مجھے پہچانتا تھا اور میکانو کے ساتھ دیکھ چکا تھا، وہ مرچکا ہے۔ اب مجھ پر کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔ اس نے بشریٰ سے کہا۔ "میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے میکانو سے فون پر کہا۔ "میں ہوٹل میں واپس آرہا ہوں۔ تم میرے قریب نہیں آؤ گے۔ اجنبی بن کر

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY PAKSOCIETY

رہو گے۔"

میکانو نے کہا۔ "مراد...! یہاں جو نیگرو مارا گیا ہے، وہ میرا بہت ہی قابلِ اعتماد دستِ راست تھا۔ میں حیران ہوں کہ وہ افریقا سے اچانک یہاں لندن کیوں آیا تھا؟"

پلے نے کہا۔ "جس پر تم اندھا اعتماد کر رہے تھے، وہ ہمارے خلاف مخبری کر رہا تھا۔ مجھے گھیرنے کے لیے دشمنوں کو کال کر رہا تھا۔ جاؤ اور حقیقت معلوم کرو۔"

"تعجب ہے۔ میرا یہ دستِ راست بہت ہی وفادار تھا۔ مجھے تمہارے منہ سے سن کر بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"وہ وفادار تم سے چھپ کر تمہارے پیچھے اس ہوٹل میں کیوں آیا تھا؟ میں تم سے کہہ چکا تھا کہ جو بھی ہماری خفیہ ملاقات کا بھید معلوم کرنے آئے گا، وہ مارا جائے گا۔ تم اپنے وفادار سے دھوکا کھاؤ۔ مرینہ دھوکا کھانے والی نہیں ہے۔ اسی نے تمہارے نام نہاد وفادار کو جہنم میں پہنچایا ہے۔"

میکانو پریشان ہو کر اس کی باتیں سن رہا تھا۔ پلے نے کہا۔ "آج ہماری دوستی کا پہلا دن ہے۔ آج میں نے ایک بہروپیے غدار سے تمہیں نجات دلائی ہے۔"

وہ فون بند کر کے کار سے باہر آیا۔ اب ہوٹل میں جانے والوں کو روکا نہیں جا رہا تھا۔ وہ اندر آیا تو بشریٰ تیزی سے چلتی ہوئی آ کر اس سے لپٹ گئی۔ پولیس افسر نے یہی سمجھا کہ اس کا بوائے فرینڈ لنچ کے لیے آ گیا ہے۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی دھڑکنوں سے لگے ہوئے تھے۔ پلے نے اس کے کان میں کہا۔ "بشریٰ...! اُدھر دیکھو۔ میکانو کے سامنے جو شخص کھڑا ہوا ہے، وہی ہارپر ولیم ہے۔ اسے پہچان لو۔"

بشریٰ ادھر دیکھنے لگی۔ اس وقت ہارپر کہہ رہا تھا۔ "مسٹر میکانو! تم بڑی رازداری سے یہاں آئے تھے۔ وہ شخص کہاں ہے، جس سے خفیہ ڈیلنگ کر رہے تھے؟"

میکانو نے کہا۔ "اوّل تو کسی سے خفیہ ڈیلنگ نہیں ہو رہی تھی۔ پھر یہ کہ میرے ذاتی معاملات میں تمہیں بولنا نہیں چاہیے۔"

"تم جس شخص سے باتیں کر رہے تھے، وہ ضرور کوئی ٹارگٹ کلر تھا۔ تم اسے میرے خلاف استعمال کر رہے ہو۔ تمہیں معلوم ہو گیا تھا کہ یوگاٹا تمہارا نہیں میرا وفادار تھا۔ ابھی تمہارے اس ٹارگٹ کلر نے یوگاٹا کو گولی ماری ہے۔"

"میں نے کسی ٹارگٹ کلر سے کوئی ڈیلنگ نہیں کی ہے۔ تم خوامخواہ شبہ کر رہے ہو۔"

"ہم نے وارننگ دی تھی کہ ہمارے خلاف شوٹرز کی خدمات حاصل کرو گے تو ہم اپنا مطالبہ بڑھا دیں گے۔ آئندہ ہم بارہ پرسنٹ لیا کریں گے۔ یہی تمہاری سزا ہے۔"

میکانو رابرٹ نے پریشان ہو کر دور کھڑے ہوئے مراد (پلے) کو دیکھا پھر بڑے اعتماد سے سوچا۔ 'یہی مراد مجھے ہارپر سے نجات دلائے گا۔ اس کی عورت مرینہ تو اس سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے۔ میری آستین میں چھپے ہوئے سانپ کو مارنے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہیں کی۔'

اس نے بشریٰ کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے پلے کے ساتھ لنچ کے لیے ڈائننگ ہال کی طرف جا رہی تھی۔

☆☆☆

دوپہر کے دو بجے جیکسن ائرلائن کی فلائٹ سے مرینہ کو جانا تھا۔ وہ مراد کو ڈھونڈنے میں ناکام رہی تھی۔ وہ ہوتا تو دونوں میاں بیوی بن کر شملہ کے ایک کالج میں رہتے۔ کوئی ان پر کسی طرح کا شبہ نہ کرتا۔ اب وہ ایک مرد کے بغیر تنہا جاتی تو انٹیلی جنس والے طرح طرح کے سوالات کرتے کہ وہ کون ہے؟ کیا کرتی ہے؟ تنہا پہاڑی علاقے میں کیوں آئی ہے؟

ماسٹر کے کئی شوٹرز ان کے ساتھ جا رہے تھے۔ اس نے اپنے ساتھ ایک پبلی دیو کا لیبل لگانے کے لیے ایک دولت مند کو اپنا پبلی بنا لیا تھا۔ وہ دولت مند جرائم کے حوالے سے ماسٹر کا محتاج... اور احسان مند بھی تھا۔ اس کے حکم سے مرینہ کے ساتھ کچھ دنوں کے لیے شملہ جا رہا تھا۔

مرینہ کا موجودہ نام رنجنا تھا اور اس کا موجودہ بنا پبلی شوہر دیوراج ایک فلم پروڈیوس کرنے سے پہلے شملہ میں لوکیشن مارکس کرنے آیا تھا۔ اس سلسلے میں رنجنا اور دیوراج کے پاس ٹھوس قانونی کاغذات موجود تھے۔

مراد ٹرین میں چیف راؤ کے ساتھ تھا۔ اوپری برتھ پر بیٹھا ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ کمپارٹمنٹ میں مسافر بھرے ہوئے تھے۔ بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ اس لیے کھڑے ہوئے تھے۔ چیف راؤ نے سیٹیں ریزرو کرائی تھیں۔ وہ آرام سے سفر کر رہے تھے۔

وہ نماز سے فارغ ہو کر برتھ سے نیچے آیا تو اس کی سیٹ پر ایک جوان عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی گود میں بچہ تھا۔ اس نے بچے کو ایک چھوٹی سی گدڑی میں لپیٹ کر سینے سے لگا رکھا تھا۔ چیف راؤ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مراد سے کہا۔ "تم یہاں بیٹھو۔"

مراد نے اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔ "نہیں تم بیٹھو میں کھڑا رہوں گا۔ جب تھک جاؤں گا تو تمہاری سیٹ پر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کیا آپ
موذی مرض
شوگر
سے نجات چاہتے ہیں؟

آج کل تو ہر انسان شوگر کی مرض سے بیزار پریشان فکرمند ہے۔ ہم نے ایک طویل عرصہ دیسی طبی یونانی قدرتی جڑی بوٹیوں پر ریسرچ کر کے ایک ایسا خاص قسم کا ہربلز شوگر نجات کورس ایجاد کر لیا ہے جو کہ انشاء اللہ آپ کو شوگر سے نجات دلا سکتا ہے۔ شفا منجانب اللہ پر ایمان رکھیں کیونکہ مایوسی تو گناہ ہے۔ یاد رکھیں شوگر کی مرض تو انسان کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح کھوکھلا کمزور بے جان بنا دیتی ہے۔ اگر آپ بھی شوگر سے نجات چاہتے ہیں تو آج ہی فون پر تمام علامات بیان کر کے گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک VP وی پی شوگر نجات کورس منگوالیں۔ خدارا ہمارا شوگر کورس آزما کر تو دیکھیں

المُسلم دارلحکمت (رجسٹرڈ)
(دیسی طبی یونانی دواخانہ)
ضلع وشہر حافظ آباد پاکستان
0300-6526061
0301-6690383
فون اوقات
صبح 9 بجے سے دوپہر 1 بجے تک
عصر 4 بجے سے رات 10 بجے تک

آپ صرف فون کریں شوگر کورس ہم پہنچائیں گے

بیٹھوں گا۔"

اس عورت نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "شکریہ چاہتی ہوں۔ آپ میرے لیے کشٹ اٹھا رہے ہیں۔"

وہ اٹھ رہی تھی لیکن ٹرین کی تیز رفتاری کے باعث اپنا توازن قائم نہ رکھ سکی۔ پھر اسی سیٹ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔ مراد نے کہا۔ "تم میری چنتا نہ کرو۔ بچے کے ساتھ آرام سے بیٹھو۔"

اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے سر کو جھکا لیا۔ وہاں آس پاس کی سیٹوں پر دو عورتیں اپنے مردوں اور بچوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک خاتون نے اس سے پوچھا۔ "تم اکیلی ہو؟"

بچے کی ماں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ اس کمپارٹمنٹ میں اور بھی عورتیں تھیں۔ وہ بڑے تجسس سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ ایک عورت نے بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "اس کا باپ کہاں ہے؟"

وہ بڑے سپاٹ لہجے میں بولی۔ "نہیں ہے... مر گیا۔"

اس کے لہجے سے پتا چل رہا تھا کہ اسے مرنے والے سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ تاہم اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ تھوڑی دیر تک سب چپ رہیں لیکن عورتوں سے چپ نہیں رہا جاتا۔ ایک خاتون نے پوچھا۔ "میکے جا رہی ہو؟"

اس نے اوپر سے نیچے سر ہلایا۔ وہ باتیں کرنے سے کترا رہی تھی۔ مراد کھڑکی کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھ رہا تھا۔ ٹرین تقریباً آدھے گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد کسی اسٹیشن پر رکنے لگی۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر مراد سے بولی۔ "کیا آپ میرے بچے کو تھوڑی دیر کے لیے گود میں لے کر یہاں بیٹھیں گے؟ میں ابھی ٹوائلٹ سے آجاؤں گی۔"

وہ بچے کو بازوؤں میں لے کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ ٹوائلٹ کی طرف جاتے ہوئے مسافروں کی بھیڑ میں گم ہوگئی۔ مراد کو ان لمحات میں ماروی دکھائی دی۔ اس نے بھی اس کے بیٹے شہزاد کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ مراد نے بے اختیار اس بچے کو سینے سے لگا لیا۔

بچہ نیند میں کسمسانے لگا۔ وہ چیت راؤ سے بولا۔ "میں نے پہلے کبھی کسی بچے کو گود میں نہیں لیا۔ مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔ عورتیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی ہیں۔"

چیت راؤ مسکرانے لگا۔ دس منٹ کے بعد ٹرین چل پڑی۔ بچے کو شاید محسوس ہو گیا تھا کہ وہ ماں کی گود میں نہیں

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY PAKSOCIETY

ہے۔ وہ ذرا کسمسانے کے بعد رونے لگا۔ مراد نے پریشان ہو کر کہا۔ ''کہاں رہ گئی ہے اس کی ماں؟''

چپت راؤ نے کہا۔ ''میں جا کر ٹوائلٹ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں۔ وہ جلدی باہر آئے گی۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ بچہ رو رہا تھا۔ مراد اسے بازوؤں کے جھولے میں جھلاتے ہوئے اسے بہلانے اور چپ کرانے کی کوشش کرنے لگا۔ ایسے ہی وقت اس نے کچھ محسوس کیا۔ بچے کی گدڑی میں کچھ سخت چیزیں محسوس ہو رہی تھیں۔

اس نے ایک ہاتھ گدڑی کے اندر ڈال کر ٹٹولا تو وہ چیزیں اس کے ہاتھ میں آ گئیں۔ اس نے بڑی حیرانی سے دیکھے بغیر سمجھ لیا کہ ایک ماں نے اپنے بچے کی گدڑی میں موت کا سامان چھپا رکھا تھا۔ وہ بلٹس بچے کو چبھ رہے تھے۔ اسی لیے وہ رو رہا تھا۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ بچے کی گدڑی میں لعل نہیں موت چھپی ہوئی ہے۔ وہاں بیٹھی ہوئی عورتوں نے منہ پھیر لیے تھے۔ وہ پرائے بچے کو گود میں لے کر اسے چپ کرانا نہیں چاہتی تھیں۔ مراد نے بڑی رازداری سے ان بلٹس کو وہاں سے نکال کر اپنی جیب میں ٹھونس لیا۔ بچہ یکلخت چپ ہو گیا تھا۔ اسے آرام آ گیا تھا۔

چپت راؤ بھیڑ کو چیرتا ہوا واپس آیا، وہ پریشان تھا۔ اس نے کہا۔ ''وہ ٹوائلٹ میں نہیں ہے۔ میں نے اس کمپارٹمنٹ کے آخری سرے تک جا کر دیکھا ہے۔ وہ نظر نہیں آ رہی ہے۔''

مراد نے بچے کو دیکھا اور تعجب سے کہا۔ ''کیا کہہ رہے ہو؟ وہ کہاں جائے گی؟''

''میرا خیال ہے، وہ پچھلے اسٹیشن پر اتر گئی ہے۔ اپنے بچے کو ہمارے متھے مار گئی ہے۔''

یہ بات تمام مسافر سن رہے تھے۔ تمام خواتین کی دلچسپی بڑھ گئی۔ ایک ماں اپنے بچے کو چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔ سب ہی طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ ایک تو گاڑی کا شور تھا پھر یہ کہ لوگ اتنی اونچی آوازوں میں بول رہے تھے کہ کمپارٹمنٹ کو پچھلی بازار بنا دیا تھا۔

مراد چپت راؤ کی طرف جھک کر بول رہا تھا۔ ''کیا یقین کرو گے؟ اس بچے کی ماں کے پاس اسلحہ ہے۔ اس نے اس گدڑی میں بلٹس چھپا کر رکھے تھے۔''

چپت راؤ نے حیرانی سے کہا۔ ''اس کا مطلب ہے، اس نے اپنے لباس میں چھوٹے سائز کی ویپن گن چھپا رکھی ہے۔''

مراد نے کہا۔ ''اور وہ کسی ایسے پرابلم میں ہے کہ بچے کو چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ یہاں واپس نہیں آئے گی۔''

''نہیں مراد، وہ ماں ہے۔ بچے کو نہیں چھوڑے گی۔ واپس آئے گی۔ شاید اس کے دشمن اسی ٹرین میں ہیں۔ وہ اسی ٹرین میں ان سے نمٹنے کہیں گئی ہے۔''

ایسے وقت بچہ رونے لگا۔ کئی عورتیں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس بچے کو دیکھنے ادھر آئی تھیں۔ ایک عورت نے کہا۔ ''بچہ دودھ کے لیے رو رہا ہے۔ ماں کا خون سفید ہو گیا تھا۔ پچھلے اسٹیشن پر اتر گئی ہے اور گاڑی آگے بھاگتی جا رہی ہے۔''

دوسری عورت نے مراد سے پوچھا۔ ''اے بھائی...! اس بچے کا کیا کرو گے؟''

چپت راؤ اٹھتے ہوئے بولا۔ ''میں کسی طرح ایک کمپارٹمنٹ سے دوسرے کمپارٹمنٹ میں جاؤں گا۔ دیکھوں گا، وہ کہاں ہے؟ پتا نہیں کیا کر رہی ہو گی؟''

مراد نے کہا۔ ''جو کرنا ہے، وہ اب تک کر چکی ہو گی۔ ہو سکتا ہے دشمنوں نے اسے مار کر پھینک دیا ہو۔''

وہ عورتوں اور مردوں کو ہٹاتا ہوا جانے لگا۔ ایک عورت نے کہا۔ ''میں تو اسے اکیلی دیکھ کر سمجھ گئی تھی کہ باپ کی گٹھری اٹھا کر آئی ہے۔ اب دیکھو سب کے سامنے پھینک کر چلی گئی۔''

دوسری عورت نے کہا۔ ''کتنی چالاکی سے گئی ہے، کوئی اسے پکڑ نہیں سکے گا۔''

تیسری نے کہا۔ ''کیسے پکڑے گا، ہم جتنی تیزی سے آگے جا رہے ہیں وہ اتنی ہی تیزی سے پیچھے گم ہوتی جا رہی ہے۔''

مراد اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ دونوں ہاتھوں کے جھولے میں اسے جھلاتے ہوئے پچکار رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، اسے کیسے چپ کرائے۔ اس نے جھنجلاتے ہوئے کہا۔ ''آپ سب باتیں بنا رہی ہیں، کوئی تو اس بچے کو چپ کرائے۔ آپ مائیں ہیں۔ نہیں ہیں، مجھ سے زیادہ جانتی ہیں کہ بچے کو کس طرح بہلایا جاتا ہے۔ اسے کسی طرح چپ کراؤ۔''

ایک عورت نے کہا۔ ''ہم مائیں نہیں ہیں، مگر باپ کی گٹھری کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔''

دوسری نے کہا۔ ''چھی چھی۔ کیا جانے یہ پاپ ایک کا ہے یا دس کا۔ مجھے تو دور سے گھن آتی ہے۔''

ایک اور نے کہا۔ ''اے دیدی...! ایک کا ہو یا دس کا پاپ تو پھر پاپ ہی ہوتا ہے۔ وہ جب تک آ کر دودھ نہیں پلائے گی، یہ چپ نہیں ہو گا۔''

ایک بوڑھے نے کہا۔ ''بھگوان کے لیے۔ باتیں نہ بناؤ، پن کماؤ۔ کوئی تو اس معصوم کو دودھ پلائے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

بچہ رو رو کر ہلکان ہو رہا تھا۔ اب تھکے ہوئے انداز میں ٹھہر ٹھہر کر رو رہا تھا۔ ایسے وقت دور سے ایک عورت نے چیخ کر کہا۔ "ہٹو دور ہٹو۔ وہ انسان کا بچہ ہے۔ تماشا نہیں ہے کہ بھیڑ لگا رہی ہو۔"

وہ بھیڑ کو چیرتی ہوئی مراد کے پاس آئی۔ پھر مراد سے بچے کو لے کر سب کو دکھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اس بچے نے پاپ کیا ہے؟ یہ تو معصوم ہے۔ اسے دودھ پلا کر چپ کرا سکتی ہو۔ اپنا نہ سہی فیڈر سے پلا سکتی ہو۔"

وہ بچے کو لے کر مراد کی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "یہ نادان بچہ ہماری تمہاری چھاتی سے لگے گا تو ماں سمجھ کر چپ ہو جائے گا۔"

اس نے بچے کو سینے سے لگا کر ساڑی کے آنچل سے ڈھانپ لیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ بھوکا معصوم چپ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی سب کو چپ لگ گئی۔ وہ عورت جیسے آسمان سے اتر کر آئی تھی، ایک بے سہارا بے ماں کے بچے کو ممتا دے رہی تھی۔ کچھ عورتوں نے شرمندگی محسوس کی۔ اکثریت ایسی عورتوں کی تھی جو ناگواری سے منہ بنا کر اپنی سیٹوں کی طرف جا رہی تھیں۔

مراد نے اس خاتون کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "آپ مہان ہیں۔ دیوی کا اوتار ہیں۔ پلیز اسے کچھ دیر تک سنبھالیں۔ ہمارا سامان یہاں رکھا ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ بس تھوڑی دیر کے لیے اس کی ماں کو ڈھونڈنے جا رہا ہوں۔ شاید وہ اسی ٹرین میں کہیں ہوگی۔"

خاتون نے کہا۔ "جب بچے کو چھوڑ دیا ہے تو ماں بھاگ گئی ہے۔ اس ٹرین میں نہیں ہوگی۔ تم ڈھونڈنے جاؤ مگر اگلے اسٹیشن پر میرے پتی دیو مجھے لینے آئیں گے۔ پھر تو میں مجبور ہو جاؤں گی۔ اسے یہاں چھوڑ جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ بھی تیزی سے بھیڑ کو چیرتا ہوا جانے لگا۔ چیپت راؤ کمپارٹمنٹ کے ایک دروازے کی طرف گیا تھا۔ وہ دوسرے دروازے کی طرف آ گیا۔ اسے کھول کر باہر دیکھنے لگا۔

ٹرین کی ایک بوگی دوسری بوگی سے اس طرح جڑی ہوئی نہیں تھی کہ وہ چلتی گاڑی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتا۔ وہ دروازہ کھول کر دونوں طرف کے ہینڈل پکڑ کر تقریباً آدھا باہر نکل آیا۔ ٹرین کھٹ کھٹا کھٹ کی آواز کے ساتھ تیز رفتاری سے بھاگی جا رہی تھی۔

اس نے دیکھا دور دوسرے دروازے پر چیپت راؤ بھی باہر لٹکا ہوا یہ دیکھ رہا تھا کہ وہاں سے دوسری بوگی میں کس طرح جا سکتا ہے۔ یہی مراد معلوم کرنا چاہتا تھا۔ تیز ہوا کے جھونکوں سے ان کے سر کے بال اور کپڑے لہرا رہے تھے۔ ایسے ہی وقت انہوں نے فائر کی گونجتی ہوئی آواز سنی۔ دونوں نے فوراً ہی چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

فائر کی دوسری آواز کے ساتھ ہی ایک چیخ سنائی دی۔ دوسرے ہی لمحے میں کوئی چھت پر سے گرتا ہوا چیپت راؤ کے قریب سے گزرتا ہوا زمین پر پہنچا تھا۔ اس کی لاش نشیب میں لڑھکتی جا رہی تھی۔ کئی مسافر کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھ رہے تھے۔

اب باہر ایک وسیع و عریض دریا تھا۔ ٹرین پل پر سے گزر رہی تھی۔ ٹرین کا شور ایسا تھا جیسے قیامت آ گئی ہو۔ ٹرین کی چھت پر واقعی قیامت آئی ہوئی تھی۔ پھر تڑاتڑ گولیاں چل رہی تھیں۔ وہ دونوں دروازے سے لٹکے ہوئے تڑپ رہے تھے۔ اوپر جانے کی ایک سیڑھی بوگی کے پیچھے ہوتی ہے۔ لیکن وہ ان کی پہنچ سے دور تھی۔ ٹرین دریا کے پل سے گزر چکی تھی۔ آؤٹر سگنل سے پتا چل رہا تھا کہ اگلا اسٹیشن آ رہا ہے۔

اسی وقت پھر ایک شخص چیخیں مارتا ہوا، چھت کی بلندی سے زمین کی پستی میں گیا۔

ٹرین کی رفتار سست ہو رہی تھی۔ ایک اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر رفتار کم ہوتے ہوتے گاڑی تھم گئی۔ وہ دونوں پلیٹ فارم پر کود کر ذرا دور ہو کر چھت کی طرف دیکھنے لگے۔ وہاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھت پر کوئی نہیں تھا۔

وہ ٹرین کی دو مختلف سمتوں میں دوڑتے ہوئے ہر بوگی کے آخر میں رکتے ہوئے دیکھنے لگے۔ جو اوپر تھے وہ سیڑھیوں کے ذریعے نیچے آ سکتے تھے۔ لیکن ہر بوگی کی پچھلی سیڑھیاں خالی تھیں۔ ٹرین کے آخری دو سروں کی سمت دوڑنے تک وہ اترنے والی اتر کر جا چکی تھی۔

پھر وہ آخری سروں تک جا کر واپس ہر کمپارٹمنٹ کی کھڑکیوں سے جھانک کر اندر دیکھنے لگے۔ آخر اپنے ہی کمپارٹمنٹ کی کھڑکی کے پاس آ کر ٹھٹک گئے۔ وہ اندر تھی۔ اپنے بچے کو سینے سے لگائے چیپت راؤ کی سیٹ پر بیٹھی تھی۔

وہاں مرد اور عورتیں اس سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ وہ چپ تھی، کھڑکی کے باہر مراد اور چیپت راؤ کو خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک گھریلو عورت کا ایسا بھولپن تھا جیسے ہتھیار پکڑنا جانتی ہی نہ ہو۔ ایک ذرا شبہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ ابھی ابھی

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY PAKSOCIETY

جان کی بازی لگا کر لبوا چھالتی ہوئی واپس اپنے بچے کے پاس آئی ہے۔

پھر وہ لوگوں کی طرف منہ کر کے بولی۔ ''کیوں سوالات کر رہے ہو؟ میں اپنے بچے کو چھوڑ کر گئی تھی۔ تمہیں کیا تکلیف ہے؟ واپس بچے کے پاس آ گئی۔ اب کیا پریشانی ہے؟ جاؤ یہاں سے۔ میرا سر نہ کھاؤ۔''

وہ سب بڑبڑاتے ہوئے جانے لگے۔ جس عورت نے بچے کو دودھ پلایا تھا، وہ اپنے پتی کے ساتھ کھڑکی کے پاس آئی۔ قریب ہی بیٹھی ہوئی ایک عورت نے اس سے کہا۔ ''ہماری اس دیدی نے تمہارے بھوکے بچے کو دودھ پلایا تھا۔''

اس دودھ پلانے والی کی گود میں بھی ایک بچہ تھا۔ جنگجو ماں نے اسے دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑے پھر سر کو جھکا لیا۔ دودھ پلانے والی نے کھڑکی کے اندر ہاتھ لا کر اس کے سر پر رکھا پھر کہا۔ ''میں تمہاری بپتا نہیں جانتی۔ بھگوان سے تمہارے اور بچے کی سکھ شانتی کے لیے پرارتھنا کروں گی۔''

مراد نے چیت راؤ سے کہا۔ ''انہوں نے اس روتے بلکتے بچے کو دودھ پلایا تھا۔''

چیت راؤ نے اس کے آگے جھک کر پاؤں چھو لیے۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی۔ ''اے بھائی! یہ کیا کر رہے ہو؟''

وہ بولا۔ ''آپ ماں درگا کا اوتار ہیں۔ ماں جگدمبے آپ کا بھلا کریں گی۔''

وہ ٹرین میں بیٹھی ہوئی بچے کو سینے سے لگائے چیت راؤ کو بڑی محبت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے دودھ پلانے والی کے پاؤں کو چھوا تھا۔ یہ دل کو چھونے والی بات تھی۔ مراد نے کہا۔ ''تم بھوکی ہو گی۔ ہم کچھ کھانے پینے کے لیے لاتے ہیں۔''

وہ دونوں کھانے پینے کی چیزیں خریدنے گئے۔ واپس کمپارٹمنٹ میں آئے تو ٹرین چل پڑی۔ ان کے قریب بیٹھے ہوئے کئی مسافر اس اسٹیشن پر اتر گئے تھے۔ انہیں ایک سیٹ خالی مل گئی۔ وہ اس کے دائیں بائیں آ کر بیٹھ گئے۔ چیت راؤ نے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

''پہلے درگا بھاسکر کہلاتی تھی۔ اب اس کمینے بھاسکر کا نام ہٹا دیا ہے۔ اب صرف درگا ہوں۔''

انہوں نے برتھ پر جگہ بنا کر اس کے سامنے پوریاں اور بھاجی رکھی۔ مضبوط شاپر میں چائے اور ڈسپوزیبل گلاس لے کر آئے تھے۔ پانی کی بوتل بھی تھی۔ وہ پتا نہیں کن حالات سے گزر رہی تھی اور کب سے بھوکی تھی۔ جلدی جلدی لقمے چبا کر کھانے لگی۔ کبھی کبھی لقمہ حلق میں پھنستا تھا۔ چیت راؤ اسے پانی کا گلاس دیتا تھا۔ وہ مسکراتی تھی پھر دو گھونٹ پی لیتی تھی۔

وہ بڑی لگاوٹ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے روبرو تھے۔ مراد درگا کے پیچھے بیٹھا کھا رہا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ چیت راؤ اس سے متاثر ہو رہا تھا۔ اس نے اچانک ہی پوچھا۔ ''وہ کتنے تھے؟''

وہ لقمہ منہ تک لاتے لاتے رک گئی پھر پوچھا۔ ''کون؟''

چیت راؤ نے کہا۔ ''وہی جو اس ٹرین کی چھت پر تھے۔''

درگا نے ذرا چونک کر اسے دیکھا پھر کہا۔ ''کیا کہہ رہے ہو؟ میں کیا جانوں اس کی چھت پر کون تھے اور کتنے تھے؟''

وہ بولا۔ ''پلیز... ہمیں اپنا سمجھو۔ ہم آگے چل کر تمہارے بہت کام آئیں گے۔ ہم جانتے ہیں تم نے اپنے لباس میں چھوٹے سائز کی گن چھپا رکھی ہے۔''

وہ انکار کرنا چاہتی تھی۔ سر ہلا کر کچھ کہنے والی تھی، اس سے پہلے مراد نے پیچھے سے کہا۔ ''بچے کی گدڑی میں بلٹس رکھے ہوئے تھے۔ وہ اب میری جیب میں ہیں۔''

اس نے ایک لمبی سانس کھینچی۔ پھر لقمہ منہ میں ڈال کر چبانے لگی۔ جواباً کچھ نہ بولی۔ وہ دونوں انتظار کر رہے تھے۔ اس کے حلق میں پھر لقمہ پھنس گیا۔ چیت راؤ نے اس کی طرف گلاس بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''کچھ تو بولو...؟''

وہ ایک گھونٹ پی کر اسے گلاس دیتے ہوئے بولی۔ ''ہم سب کو اپنی مصیبتوں سے خود لڑنا پڑتا ہے۔ کوئی کسی کی مصیبت میں کام نہیں آتا۔ میں خود نہیں چاہتی کہ کسی کو اپنے دکھ میں شریک کروں۔''

چیت راؤ نے کہا۔ ''ابھی تمہارے ساتھ جو ہو چکا ہے اس کے بعد میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔''

''میرے ساتھ دو قدم نہیں چل سکو گے۔ کہیں سے ایک گولی آئے گی اور تمہارا رام نام ست ہو جائے گا۔''

مراد نے پیچھے سے کہا۔ ''بندوق کی گولی کیا چیز ہے۔ ہم تو ہواؤں کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ ہم پر بھروسا کرو۔ آگ اور بارود سے کھیلنا ہمارا پیشہ بن گیا ہے۔''

درگا نے مراد کو ایک ذرا اعتماد سے دیکھا۔ چیت راؤ نے کہا۔ ''ایک بات صاف صاف کہتا ہوں، تم میرے دل میں آ کر بیٹھ گئی ہو۔ میرے لیے تم جو بھی سوچو، پر یہ سن لو کہ تمہیں اپنی جنگ لڑنے کے لیے تنہا نہیں چھوڑوں گا۔''

وہ تولتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی پھر بولی۔ ''کیا سچ بول رہے ہو؟ میرے چاروں طرف گولیاں چلتی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY
PAKSOCIETY

رہیں گی۔ تب بھی چھوڑ کر نہیں بھاگو گے؟"

"میں گولیاں چلانے والوں کے لیے موت بن جاؤں گا۔"

"کیسے بنو گے؟ تمہارے پاس تو ایک چھری بھی نہیں ہے۔"

اس نے بچا ہوا کھانا کھڑکی کے باہر پھینکا۔ ایک گلاس میں چائے انڈیل کر اسے پینے کو دی پھر کہا۔ "چائے پیو۔ ابھی آکر بتاؤں گا کہ ہم کیا ہیں؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے مراد سے بولا۔ "چلو عادل! اپنا سامان لانا ہی ہوگا۔"

مراد کا موجودہ نام عادل نواز تھا۔ دہلی میں دھرم داس اسی نام سے اس کی آئی ڈی، پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات تیار کرا رہا تھا۔ وہ دونوں وہاں سے چلتے ہوئے کمپارٹمنٹ کے آخری سرے میں آئے۔ وہاں آمنے سامنے کی تمام سیٹوں پر ان کے آٹھ شوٹرز بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب دھوتی کرتے اور گاندھی کیپ میں سیدھے سادے شریف آدمی بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان دونوں کو بیٹھنے کی جگہ دی۔

چیت راؤ نے پوچھا۔ "مال آگیا؟"

ایک نے کہا۔ "ہاں جی! وہ اسٹیشن پہلے ہی آگیا تھا۔"

اس نے کہا۔ "لاؤ نکالو، ہمیں ضرورت ہے۔"

انہوں نے سیٹوں کے نیچے سے دو بڑے چرمی بیگ نکال کر ان کے آگے کر دیے۔ ایک نے اس کی طرف جھک کر دھیمی آواز میں کہا۔ "دونوں بیگ میں ایک ایک سٹاٹ گن ہے۔ یہ دو سو راؤنڈ تک نان اسٹاپ رہ سکتی ہے۔"

مراد اور چیت راؤ ایک ایک بیگ کھول کر اندر جھانک کر دیکھنے لگے۔ ان کے ماتحت شوٹر نے بیگ میں ہاتھ ڈال کر ایک پستول دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ 101-phantoms ابھی انٹرنیشنل مارکیٹ میں آئی ہے، دو سو گولیاں چلانے کے بعد بھی گرم اور ناکارہ نہیں ہوتی۔ فریش رہتی ہے۔"

پھر وہ ایک ننھا سا پستول دکھاتے ہوئے بولا۔ "یہ Baby eagle ڈبل ایکشن اور سنگل ایکشن والا ہے۔ اسے کہیں بھی آسانی سے چھپا کر لے جا سکتے ہیں۔"

چیت راؤ نے کہا۔ "یہ درگا کے کام آئے گی۔"

اس نے ماتحتوں سے کہا۔ "تم لوگ کانکا اسٹیشن پر ہمارے ساتھ ایک بچے والی عورت کو دیکھو گے۔ وہ انجانے دشمنوں میں گھری ہوئی ہے۔ تم سب مسافروں کو تاڑتے رہو گے۔ دشمنوں کی موومنٹس سے انہیں پہچاننے کی کوشش کرتے رہو گے۔"

وہ وہاں سے اٹھ گئے۔ اپنے اپنے بیگ اٹھا کر درگا کے آس پاس آکر بیٹھ گئے۔ اس نے بچے کو اوپری برتھ پر سلا دیا تھا۔ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں گئے تھے؟"

چیت راؤ نے اپنا بیگ اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "اسے کھول کر دیکھو۔"

اس نے کھول کر دیکھا تو حیرت سے منہ کھل گیا۔ اس نے پہلی بار بڑے اعتماد سے چیت راؤ کو دیکھا۔ وہ بولا۔ "ہم ہتھیاروں کے معاملے میں پرانے پاپی ہیں۔ یہ ہمارے لیے کھلونوں سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔ اب بولو۔ ہم پر بھروسا کرو گی؟"

وہ سر ہلا کر بولی۔ "مجھے ایسا لگ رہا ہے، ماں جگدمبے نے میری سہایتا کے لیے تم دونوں کو بھیجا ہے۔ میں بھروسا کروں گی۔"

"تو پھر بتاؤ، تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ بولی۔ "میرے اور قریب ہو جاؤ۔ میں نہیں چاہتی دوسرے مسافر میری باتیں سنیں۔"

وہ دونوں کھسک کر اس کے قریب ہو گئے۔ اپنے سروں کو اس کی طرف جھکا لیا تاکہ وہ کانوں میں بول سکے۔ اس نے کہا۔ "میں نے مجرموں کی دنیا میں پرورش پائی ہے۔ میرے پتاجی انڈر ورلڈ کے ایک باپو تھے۔"

اس نے وضاحت کی۔ "جو ہمارے سربراہ ہوتے ہیں، ہم انہیں باپو کہتے ہیں۔ میں نے کرمنل سائیکالوجی میں ایم اے کیا ہے۔ مجھے کئی طرح کے قدیم اور جدید ہتھیار استعمال کرنے میں مہارت حاصل ہو گئی ہے۔ میں دنیا کی خطرناک تنظیموں کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔

"مہاراشٹر کے انڈر گراؤنڈ کا ایک باپو جے جے بھاسکر مجھ پر عاشق ہو گیا تھا۔ وہ بدمعاشوں کا بدمعاش بہت ہی ظالم اور بے رحم ہے۔ کسی کی بھی زندگی یوں چھین لیتا ہے جیسے وہی بھگوان ہے۔ وہی پیدا کرتا ہے اور وہی جب چاہتا ہے مار ڈالتا ہے۔ بڑے بڑے خطرناک مجرم اس کے آگے گھٹنے ٹیکتے ہیں اور قانون کے رکھوالے اسے مائی باپ کہہ کر ہاتھ جوڑتے ہیں۔

"پتاجی نے میری شادی اس سے کرا دی۔ وہ پچاس برس کا تھا اور میں بیس برس کی ہوں۔ اس نے بس ہوس پوری کرنے کے لیے اور ایک بیٹے کا باپ بننے کے لیے مجھ سے شادی کی تھی۔ وہ بیوی سے محبت کرنا اور پتی دیو بن کر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رہنا نہیں جانتا تھا۔ دن رات ڈرگ اسمگلنگ کے معاملات میں مصروف رہتا تھا۔

''میرا ایک بھائی ہے وکرم پانڈے۔ اس نے جے جے بھاسکر کی مدد سے چاچی کی ہتھیا کی اور ان کی جگہ انڈر گراؤنڈ کا باپو بن گیا۔ چاچی میرے نام کروڑوں روپے کی جائداد لکھ کر گئے ہیں' بھائی مجھ سے کہتا تھا کہ وہ جائداد اس کے نام لکھ دوں اور کچھ اپنے گزارے کے لیے رکھ لوں۔

جے جے بھاسکر نے میرے بھائی وکرم پانڈے سے کہا۔ ''تم میرے وفادار ہو۔ اس لیے درگا کی جائداد سے تمہیں کچھ دوں گا۔ ورنہ وہ مرے گی تو سب کچھ میرے نام ہو جائے گا۔ ان دونوں نے مجھے مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ ایسے ہی وقت میرے پاؤں بھاری ہو گئے۔ بھاسکر ایک بیٹا حاصل کرنے کے لیے کتنی ہی عورتوں سے منہ کالا کرتا رہتا تھا۔ اب تک چھ عورتوں نے بیٹیاں پیدا کی تھیں۔ کسی نے بیٹا نہیں جنا تھا اور وہ پچاس برس کی عمر میں ایک وارث کے لیے پاگل ہو رہا تھا۔

اس نے پانڈے سے کہا۔ ''اپنی بہن کو بچہ پیدا کرنے دے۔ شاید میرے نصیب سے بیٹا ہو جائے۔ پھر میں بیٹا اپنے پاس رکھ کر ماں کو بھگوان کے پاس بھیج دوں گا۔

''میں ان کی سازشوں سے واقف تھی۔ یہ سوچ لیا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے؟ میری زچگی ایک بہت مہنگے میٹرنٹی ہوم میں ہوئی تھی۔ میں نے زچگی سے فارغ ہوتے ہی حوصلہ کیا اور بیٹے کو لے کر اسی رات وہاں سے فرار ہو گئی۔

''میرا بھائی اور میرا پتی دونوں ہی مجھے تلاش کرنے لگے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں بچہ پیدا کرتے ہی چلنے پھرنے اور بھاگنے کے قابل ہو جاؤں گی۔

''میں ایک مندر میں جا کر چھپ گئی۔ پجاری نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور مندر کے تہ خانے کا خفیہ دروازہ کھول دیا۔ میں وہاں ایک مہینے تک محفوظ رہی۔ اچھا کھاتی پیتی اور جان بناتی رہی۔ ایک مناسب وقت کا انتظار کرتی رہی۔

''شملہ میں میرا ایک کالج ہے۔ بھاسکر اور پانڈے کو میری اس جائداد کا علم نہیں ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ وہاں جا کر گرمیوں کے تین چار مہینے گزاروں گی۔ مندر کے باہر دشمن کے آدمی اب تک مجھے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ بچہ کبھی کبھی رونے لگتا تھا تو اس کی آواز تہ خانے سے باہر جاتی تھی۔ میں اندیشوں میں گھر جاتی تھی۔ کسی دن پکڑی جا سکتی تھی۔

''میں نے ایک بے بی ایکل پستول چھپا رکھا تھا۔ اس کا میگزین بھرا ہوا تھا۔ باقی چھ بلٹس فاضل تھے۔ میں پچھلی رات تین بجے بچے کو لے کر تہ خانے سے نکل آئی۔ ماں درگا کے آگے ڈنڈوت کیا۔ اپنے اور بچے کی رکھشا کے لیے پرارتھنا کی۔ پھر وہاں سے چھپتی چھپاتی اسی ٹرین میں آ گئی۔

یہاں ایک کمپارٹمنٹ میں بھاسکر کے آدمیوں نے مجھے دیکھ لیا۔ جب ٹرین چل پڑی تو میں نے اپنے فون پر بھاسکر کے نمبر پڑھے۔ بٹن دبا کر اسے کان سے لگایا۔ اس نے غراتے ہوئے پوچھا۔ ''ایک مہینے سے کس یار کے پاس تھی؟ اب کہاں جا رہی ہے؟ کیا نہیں جانتی کہ میں یم دوت ہوں۔ شریر سے آتما نکالنے کے لیے کہیں بھی پہنچ جاؤں گا۔''

میں نے کہا۔ ''اور میں درگا ہوں۔ تیرا سروناش کر دوں گی۔''

''کیوں جوانی میں مرنا چاہتی ہے۔ چپ چاپ چلی آ۔ بیٹا میرے حوالے کر دے۔ پھر میں تیری موت نہیں بنوں گا۔ تجھے آزاد چھوڑ دوں گا۔''

''میں نے بیٹے کو نو مہینے تک اپنے لہو میں پالا ہے۔ اسے اپنا دودھ پلا رہی ہوں۔ تیرے نصیب میں بیٹا نہیں ہے۔ میں مرتے دم تک اسے تیرے حوالے نہیں کروں گی۔''

''تو پھر مر۔ اس ٹرین میں کوئی تیری ارتھی اٹھانے بھی نہیں آئے گا۔ تو وہاں سے آگے ایک اسٹیشن تک بھی نہیں جا سکے گی۔''

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ مجھے اپنا آخری وقت دکھائی دے رہا تھا۔ سب سے زیادہ اپنے بچے کی فکر تھی۔ میں آخری سانس تک لڑنے والی عورت ہوں۔ لیکن بچے کو گود میں لے کر گولیوں کی بوچھاڑ میں نہیں رہ سکتی تھی۔ ہماری لڑائی میں یہ معصوم بھی مارا جاتا۔

میں اس کمپارٹمنٹ سے اتر کر پلیٹ فارم پر چلتی ہوئی دوسرے کسی کمپارٹمنٹ کی طرف جانے لگی۔ میرے پیچھے بھاسکر کے ایک آدمی نے آتے ہوئے کہا۔ ''مالکن! میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ باپو کی بات مان لیں۔ ہمیں گولیاں چلانے پر مجبور نہ کریں۔ ہم نے آپ کا بھی نمک کھایا ہے۔''

میں نے تیزی سے چلتے ہوئے کہا۔ ''مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ اور یہ بتاؤ' تم لوگ کتنے ہو؟''

''یہاں ہم تین ہیں مگر آگے باپو کی فوج آتی رہے گی۔ آپ کو کالکا یا شملہ تک جانے نہیں دیں گے۔ آپ اپنی جان بچا لیں۔ بچے کو ہمیں دے کر کہیں بھی جا کر زندہ رہیں۔''

میں نے کہا۔ ''کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں کیسی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

شوٹر ہوں؟ جاؤ اپنی چتا کرو۔ بھاسکر سے بولو ایک اکیلی عورت سے مردانگی نہ دکھائے۔ بچہ اسے سپنے میں بھی نہیں ملے گا۔"

"میں اس کمپارٹمنٹ میں آ گئی۔ یہاں تمہاری سیٹ خالی دیکھ کر بیٹھ گئی۔ سوچتی تھی اس ٹرین میں صرف تین دشمن ہیں۔ وہ مسافروں کی بھیڑ میں مجھے گولی نہیں مار رہے ہیں۔ موقع کی تاک میں ہیں۔ بھاسکر بچے کو حاصل کرنے کے لیے پاگل ہو رہا ہے۔ اپنے کتوں کو حکم دے گا تو وہ بھیڑ میں گولیاں چلاتے ہوئے میری ہتھیا کر کے بچے کو لے جائیں گے۔ اس سے پہلے ہی مجھے اس بھیڑ سے دور جا کر ان سے نمٹنا چاہیے اور دور جانے کے لیے میں ٹرین کی چھت پر چلی گئی۔

"مجھے یقین تھا کہ وہ بچے کو تم لوگوں کے پاس سے اٹھا کر نہیں لے جائیں گے۔ مجھے مار کر فرار ہو جائیں گے تو قانون کے رکھوالے خود بچے کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دیں گے۔"

مراد اور چیت راؤ توجہ سے اس کی روداد سن رہے تھے۔ وہ بتا رہی تھی کہ وہ تینوں کس طرح اس کا پیچھا کرتے ہوئے ٹرین کی چھت پر گئے تھے اور وہ کس طرح دو بوگیوں کی درمیانی سیڑھی پر کھڑی رہی، کبھی ابھر کر ان کی طرف فائر کرتی تھی۔ کبھی سیڑھی پر بیٹھ کر چھپ جاتی تھی۔

مراد اور چیت راؤ اس کی فائٹنگ تکنیک کو چشم تصور سے دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ اس نے تیز رفتار ٹرین میں اپنی جان جوکھم میں ڈال کر کتنی دلیری سے تینوں کو جہنم میں پہنچایا ہے۔

وہ ذرا چپ رہنے کے بعد بولی۔ "آگے اور درندے آئیں گے۔ میں جب تک بچے کو بھاسکر کے حوالے نہیں کروں، وہ مجھے جینے نہیں دے گا۔ میں شملہ کے کالج میں جا کر چھپ کر رہنا چاہتی تھی۔ اب یہ دشمن وہاں تک میرا پیچھا کرتے رہیں گے۔"

مراد نے کہا۔ "ہم پہلے ہی ایک جنگ لڑنے شملہ جا رہے ہیں۔ اب تمہاری جنگ بھی لڑیں گے۔ یہ بتاؤ کیا تم بھاسکر کے تمام شوٹرز کو پہچانتی ہو؟"

"نہیں۔ میں صرف مہاراشٹر کے چند ٹارگٹ کلرز کو جانتی ہوں۔ آگے مجھ سے ٹکرانے والے اجنبی ہوں گے۔ لیکن ان سب کی ایک پہچان ہے۔"

وہ اپنا ایک انگوٹھا دکھاتے ہوئے بولی۔ "بھاسکر کی غلامی کرنے والے جتنے بھی شوٹرز ہیں، وہ اپنے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں چاندی کا چھلا پہنتے ہیں تاکہ بھیس بدلنے کے بعد بھی اپنے ساتھیوں کو پہچان سکیں۔ پھر یہ کہ چھلا اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ جے جے بھاسکر کے غلام ہیں۔"

چیت راؤ نے کہا۔ "پھر تو ہم آسانی سے تمہارے دشمنوں کو پہچانتے رہیں گے۔"

وہ کالکا پہنچ گئے۔ وہ براڈ گیج ریل گاڑی کا آخری اسٹیشن ہے۔ وہاں سے شملہ تک پہاڑ کی بلندیوں پر نیرو گیج ریل گاڑی چلتی ہے۔ یہ بچوں کے کھلونے جیسی چھوٹے سائز کی ٹرین ہوتی ہے۔ ایسی دھیمی رفتار سے چلتی ہے کہ مسافر چلتی ٹرین سے اتر کر اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے پھر اس پر سوار ہو سکتے ہیں۔ جگہ جگہ پہاڑوں کو کھود کر سرنگیں بنائی گئی ہیں۔ یہ نیرو گیج ٹرین ایک سو دو سرنگوں سے گزرتی ہوئی ساڑھے چار گھنٹے میں شملہ پہنچتی ہے۔

وہ تینوں اپنا سامان اٹھا کر چھوٹی سی ٹرین میں اس طرح آئے کہ درگا اپنے بچے کو لے کر تنہا ایک کمپارٹمنٹ میں آ گئی۔ بعد میں چیت راؤ اس کے قریب آ کر اس سے لاتعلق ہو کر بیٹھ گیا۔ مراد وہیں درگا کے پیچھے ایک سیٹ پر آ گیا۔

ٹرین کی روانگی تک انہیں تین دشمن نظر آئے۔ ان میں سے ہر ایک کے بائیں انگوٹھے میں چاندی کے چھلے دکھائی دے رہے تھے۔ ایک شوٹر درگا کے سامنے والی سیٹ پر چیت راؤ کے برابر آ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت ٹرین اپنی مخصوص رفتار سے چل پڑی تھی۔

شوٹر نے درگا کی طرف جھک کر کہا۔ "مالکن! میں نے سمجھایا تھا کہ باپو سے نہ ٹکرائیں۔ بچے کو ان کے حوالے کر دیں۔ لیکن آپ نے وہاں ہمارے تین شوٹرز کو مار ڈالا۔ باپو نے ہمیں پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ آپ بہت خطرناک ہیں۔ اب ہم پوری تیاری کے ساتھ آئے ہیں۔ میں آپ کو ہتھیار نکالنے نہیں دوں گا۔"

وہ دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "ادھر دیکھو میرے دو آدمی کھڑے ہیں۔ آپ ان سے دس فٹ کی دوری پر ہیں۔ ان کا نشانہ کبھی نہیں چوکتا۔"

مراد نے سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں دو دشمن نظر آئے۔ وہ درگا سے کہہ رہا تھا۔ "آگے یہ ٹرین سرنگ کے گہرے اندھیرے سے گزرنے والی ہے۔ اس اندھیرے کے بعد تم بھی جیون کا اجالا نہیں دیکھ سکو گی۔ کسی مسافر کو معلوم نہیں ہو سکے گا کہ یہاں کیا ہو چکا ہے۔"

مراد اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلتا ہوا دروازے کی طرف ٹوائلٹ کے پاس آ گیا۔ وہاں کھڑکی پر جھک کر دوسرے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دروازے کے باہر گزرتے ہوئے مناظر کو دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ٹرین ایک لمبے موڑ پر گھومتی ہوئی جانے لگی۔

آگے ایک سرنگ کا دہانہ دکھائی دے رہا تھا۔ مراد نے فوراً ہی ٹوائلٹ کے اندر جا کر لباس کے اندر سے ہینڈ گن نکالی۔ دوسری جیب سے سائلنسر نکال کر اسے گن سے منسلک کیا۔ ایک ہاتھ میں پنسل ٹارچ لی۔ پھر جب ٹوائلٹ سے نکلا تو ٹرین سرنگ میں داخل ہو چکی تھی۔ اندر باہر ہر سو گہری تاریکی چھا گئی تھی۔

ادھر دشمنوں کے ہاتھوں میں بھی ننھی ٹارچیں تھیں۔ انہوں نے جیسے ہی ٹارچ کو درگا کی طرف روشن کیا، اس نے دونوں کی سمت گولیاں چلا دیں۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ درگا کی حفاظت کرنے والے اس تاریکی میں پیدا ہو جائیں گے۔ وہ لاعلمی میں مارے گئے۔ دونوں کی لاشیں دروازے کے پاس گریں۔ مراد نے دروازہ کھول کر انہیں باہر پھینک دیا۔

دوسری طرف چپت راؤ اس شوٹرز کے ساتھ لگا بیٹھا تھا۔ شوٹر نے درگا سے کہا تھا کہ جب ٹرین سرنگ سے گزرے گی تو اس کا آخری وقت آئے گا۔ پھر تاریکی میں مسافروں کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ کس نے اسے قتل کیا ہے؟ کون اس کے بچے کو لے گیا ہے؟

لاعلمی میں اس کی بھی شامت آ گئی۔ چپت راؤ نے سرنگ کی تاریکی میں داخل ہوتے ہی ایک لمحے کی بھی دیر نہیں کی۔ سائلنسر لگے ہوئے گن کو اس کی پسلی سے لگا کر ٹریگر کو دبا دیا۔

پچاک کی آواز کے ساتھ وہ مردہ ہو کر آگے کی طرف جھکتا ہوا گرنے لگا۔ چپت راؤ نے اسے سنبھال لیا۔ اسے گرفت میں لے کر کھینچتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا۔ اسی وقت مراد بھی آ گیا۔ دونوں نے اسے پکڑ کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔

سرنگ کے اندر تاریکی میں ٹرین کی رفتار صرف دو منٹ کی تھی۔ انہوں نے ایک سو بیس سیکنڈ میں تین دشمنوں کا صفایا کر دیا۔ جب ٹرین سرنگ سے باہر دن کے اجالے میں آئی تو چپت راؤ اور مراد اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ تمام مسافر یا تو خاموش بیٹھے ہوئے تھے یا پھر ایک دوسرے سے بول رہے تھے۔ اس بات سے بے خبر تھے کہ اس کمپارٹمنٹ میں کیا ہو چکا ہے؟

درگا نے اپنے فون پر جے جے بھاسکر کے نمبر پنچ کیے۔ رابطہ ہوتے ہی اس نے غرا کر پوچھا۔ ''تو ابھی تک زندہ ہے؟''

وہ سرد لہجے میں بولی۔ ''تجھے چتا کی سیج پر سلانے سے پہلے نہیں مروں گی۔ میں مہا کالی کا اوتار ہوں۔ تیرے تین کتوں کو براڈ گیج میں مارا اور تین کو ابھی نیرو گیج میں سلا دیا ہے۔''

وہ بڑے فخر سے بول رہی تھی۔ ''تو میرے آگے اپنے کتنے وفاداروں کی بلی چڑھائے گا۔ بے چاروں پر رحم کر۔ خود میرے سامنے آ۔ مرد کا بچہ ہے تو آخری فیصلہ کر۔ آخری مقابلہ ہوگا۔ پھر تو ہوگا یا میں رہوں گی۔''

اس نے کوئی جواب سنے بغیر فون بند کر دیا۔ مراد نے اپنی جگہ سے چپت راؤ کے پاس آ کر کہا۔ ''تم درگا کے پاس رہو۔ مجھے دوسری بوگیوں میں جا کر معلوم کرنا چاہیے کہ کتنے کتے کہاں کہاں ہیں۔ وہ ادھر آتے رہیں گے میں ان سے نمٹتا بھی رہوں گا اور تمہیں فون پر بتاتا بھی رہوں گا۔''

وہ دروازہ کھول کر کمپارٹمنٹ سے باہر ایک پائدان پر آ گیا۔ ٹرین اپنی مخصوص رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ وہ بھی ٹرین سے اتر کر اس کے ساتھ دوڑتا ہوا تھوڑی دور تک گیا۔ پھر دوسری بوگی کے کمپارٹمنٹ میں چڑھ گیا۔

وہاں چڑھتے ہی جو شخص دروازے پر کھڑا نظر آیا، اس کے انگوٹھے میں پیتل کا چھلا چمک رہا تھا۔ وہ فون کو کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔ ''ماں قسم باپو! ہم نہیں جانتے' وہ تینوں کب اور کیسے مارے گئے۔ یہاں پوری ٹرین میں کسی کو خبر نہیں ہے۔''

وہ تھوڑی دیر چپ رہ کر باپو بھاسکر کی باتیں سنتا رہا پھر بولا۔ ''ہاں! ایسا ہی معلوم پڑتا ہے۔ وہ اکیلی نہیں ہے۔ اس نے دو چار گن چلانے والوں کو خرید لیا ہے۔ ہم معلوم کریں گے کہ اس کے ساتھ کتنے کتے ہیں۔''

وہ آگے نہ بول سکا۔ موت اس سے لپٹ گئی۔ سائلنسر کے منہ سے نکلی ہوئی گولی بے آواز تھی۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ وہ فون پر بھونکنے کے قابل نہ رہا۔ مراد نے اس کا فون لے کر لاش کو آہستگی سے چھوڑ دیا۔ وہ ٹرین کے باہر پتھریلی زمین پر گر کر دور تک لڑھکتی چلی گئی۔ کھڑکیوں سے جھانکنے والوں نے شور مچایا۔ ''ارے وہ دیکھو کوئی ٹرین سے گر گیا ہے۔''

کسی نے کہا۔ ''مر گیا ہے۔ میں نے خون دیکھا ہے۔''

آخری ڈبے کے گارڈ نے بھی دیکھا۔ اس نے ٹرین کو رکوایا۔ لوگ ٹرین سے اتر کر ادھر جانے لگے۔ وہ بھی بھیڑ میں شامل ہو گیا۔ فون اس کے کان سے لگا ہوا تھا۔ جے جے بھاسکر غصے سے کہہ رہا تھا۔ ''ارے کتے! چپ کیوں ہو گیا۔ بولتا کیوں نہیں؟ کب سے آوازیں دے رہا ہوں۔ کیا تیری

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ماں مرگئی ہے؟"
مراد نے کہا۔ "ابھی تو درگا کے پیچھے تیری ماں مر رہی ہے۔ اس فون پر جس سے بول رہا تھا' وہ بھی نرک میں چلا گیا ہے۔ اپنا فون مجھے دے گیا ہے۔"
وہ گرجنے کے انداز میں بولا۔ "کون ہے بے تو.....؟"
"کتنی پیاری 'کٹھ' کی زبان بولتا ہے۔ آخر کب تک دور سے بھونکتا رہے گا؟ ایک عورت کو مارنے کے لیے دوسروں کو نہ بھیج' خود آجا۔ تیری آن بان شان کے مطابق تیرا کریا کرم ہوگا۔"
"جس دن میں آگیا نا، تیرا پاجامہ بھیگ جائے گا۔"
"اور جس دن میرا نام تجھے معلوم ہوگیا نا' اس دن ٹوائلٹ کا ہو کر رہ جائے گا۔ باہر نہیں نکلے گا۔ تیری شامت آگئی ہے۔ اس وقت درگا کے ساتھ آرمس اینڈ ایمونیشنز کا یہ انٹرنیشنل کھلاڑی ہے۔ تو اس کے بچے کو بھی چھو بھی نہیں سکے گا۔"

جے جے بھاسکر ہاتھی جیسے ڈیل ڈول کا قد آور شخص تھا۔ پچاس برس کی عمر میں بھرپور جوان دکھائی دیتا تھا۔ بہت ہی خطرناک فائٹر کہلاتا تھا۔ مراد کی باتیں سن کر اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے کچھ سوچا پھر پوچھا۔ "کیا کہا تو نے؟ تو ہتھیاروں کا انٹرنیشنل کھلاڑی ہے؟"
"ہاں، سامنے آ۔ تجھے یقین ہو جائے گا۔"
"میں پہلے فون پر یقین کرنا چاہتا ہوں کہ تو وہی ہے، جو میں سوچ رہا ہوں۔"
"تو کیا سوچ رہا ہے؟"
"تو میری بات کا جواب دے۔ کیا تو وہی ہے جو کراچی' جے پور' دہلی' تل ابیب' لندن اور سن سٹی میں لاشیں گراتا رہا ہے؟"
مراد چونک گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ پہچانا جائے۔ بھاسکر نے پوچھا۔ "چپ کیوں ہے؟ جواب دے۔ کیا تو وہی ہے' جسے دنیا جہاں کے کرمنل 'ماروی کا دیوانہ' کہتے ہیں؟"
مراد کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے فوراً ہی فون کا سوئچ آف کر کے اسے دور پھینک دیا۔
ہائے ماروی! تیرے پیار کی جادوگری کیا کیا رنگ دکھاتی ہے۔ دیوانے کو میدان جنگ میں لا کر بے نقاب کرتی ہے۔

حالانکہ اس نے ماروی کا نام نہیں لیا تھا لیکن دشمن نے ایشیا سے یورپ تک اس کی تمام وارداتوں کا ذکر کرتے ہوئے اسے پہچاننے کے لیے ماروی کا حوالہ دے دیا تھا۔

وہ درگا اور چیتن راؤ کے پاس آگیا پھر بولا۔ "گڑبڑ ہوگئی ہے۔ یہ بھید کھلنے والا ہے کہ مراد علی منگی کالکا اور شملہ کے درمیان ٹرین میں سفر کر رہا ہے۔"
چیتن راؤ نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟ اچانک یہ بھید کیسے کھل رہا ہے؟"
اس نے کہا۔ "درگا کا ایک دشمن دوسرے کمپارٹمنٹ کے دروازے پر کھڑا فون پر بھاسکر سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے پنچل کے حلیے سے اسے پہچان لیا۔ وہ بھاسکر سے کہہ رہا تھا کہ درگا اکیلی فائٹ نہیں کر رہی ہے۔ اس نے بھی ضرور دو چار شوٹرز کو کرائے پر حاصل کیا ہے۔"
درگا نے کہا۔ "تم دونوں نے جیسی مہارت سے دشمنوں کو نرک میں پہنچایا ہے، اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اب میں اکیلی نہیں رہی۔ جان پر کھیلنے والے مجھے مل گئے ہیں۔"
مراد نے کہا۔ "میں نے..... فون پر باتیں کرنے والے سے چھین کر ایک گولی ٹھونک دی۔ اس کا فون لے کر اسے ٹرین کے باہر پھینک دیا۔ فون کو کان سے لگا کر بھاسکر کی باتیں سنیں۔ وہ اپنی اونچی حیثیت اور طاقت سے مجھے مرعوب کرنا چاہتا تھا۔ میں نے بھی جوش میں آکر کہہ دیا کہ وہ بچے کو چھو بھی نہیں سکے گا۔ درگا کے ساتھ ہتھیاروں کا ایک انٹرنیشنل کھلاڑی ہے۔ اس کی شامت آگئی ہے اور اس کا ایک بھی آدمی یہاں سے زندہ نہیں جائے گا۔"
وہ پریشان ہو کر اپنا سر کھجاتے ہوئے بولا۔ "پتا نہیں یہ بات سن کر اسے مجھ پر کیوں شبہ ہوا۔ اس نے پوچھا۔ کیا تم وہی ہو جس نے کراچی' جے پور' دہلی' تل ابیب' لندن اور سن سٹی میں لاشیں گرائی ہیں؟ کیا تم وہی ہو جسے دنیا جہاں کے کرمنل ماروی کا دیوانہ کہتے ہیں؟ یہ کمبخت تمام دشمن مجھے ماروی کے نام سے جانتے ہیں۔
"اچانک ایسا انکشاف ہو رہا تھا کہ میں بوکھلا گیا۔ میں نے فون کا سوئچ آف کر کے اسے پھینک دیا۔ یہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ مجھے جواباً سختی سے کہنا چاہیے تھا کہ میں لاشیں گرانے والا خطرناک شوٹر اور ماروی کا دیوانہ نہیں ہوں۔ میں نے خاموش رہ کر فون بند کر کے اس کے شبہے کو یقین میں بدل دیا ہے۔"
چیتن راؤ نے سر ہلا کر کہا۔ "یہ تم سے بڑی بھول ہوئی ہے۔ یہ خبر میگی براؤن اور دوسرے دشمنوں تک پہنچے گی کہ تم انڈیا میں ہو اور اس ٹرین میں سفر کر رہے ہو۔"
"مجھے اس ٹرین میں نہیں رہنا چاہیے۔ شملہ پہنچنے کا دوسرا راستہ بتاؤ۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY

"ہم اگلے اسٹیشن پر اُتر جائیں گے۔ وہاں سے شاید ٹیکسی مل جائے۔ ورنہ لانگ روٹ کی بس ضرور ملے گی۔"
مراد نے کہا۔ "پتا نہیں ٹرین میں ابھی اور کتنے دشمن ہیں۔ درگا ہمارے ساتھ جاتی ہوئی دکھائی دے گی تو دشمن بھی ٹرین چھوڑ کر پیچھا کریں گے اور فون پر جاسکر کو بتائیں گے کہ درگا نے دو آدمیوں کے ساتھ ٹرین چھوڑ دی ہے۔ بائی روڈ جارہی ہے۔"

فکر اور پریشانی میں مبتلا کر دینے والے حالات پیدا ہوگئے تھے۔ وہ سوچنے اور اُلجھنے لگے۔ درگا ان کے ساتھ دیکھی جاتی تو دور تک دشمنوں کو معلوم ہو جاتا کہ اس کے ساتھ دو فائٹر ہیں اور ان میں سے ایک مراد علی شکی ہے۔

وہ سوچنے لگے کیا کیا جائے؟ پھر مراد نے کہا۔ "صرف ایک ہی راستہ ہے۔ میں یہاں سے تنہا جاؤں گا۔"

چیت راؤ نے کہا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟ تمہارے لیے یہ جگہ نئی ہے۔ انجانے راستے ہیں۔"

"تو کیا ہوا؟ ہم اکثر انجانے ملکوں میں اور انجانے شہروں میں جایا کرتے ہیں۔ یہاں میرا خیال ہے انجانے راستوں پر انجانے دشمن نہیں ہوں گے۔"

وہ اپنا بیگ اٹھا کر بولا۔ "میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ ٹوائلٹ میں آگیا۔ اس نے پستول بے بی ایگل کو لباس میں چھپایا۔ ہینڈ گن ناٹی ون ون کو کر بیلٹ میں پھنسایا۔ جرائم کی دنیا میں ناٹی ون ون سب سے زیادہ استعمال ہو رہی ہے۔ اس کی کارکردگی بے مثال ہے۔ یہ ہر صفت کارکردگی دکھاتی ہے۔ لاکھوں راؤنڈ چلانے کے بعد بھی قابل استعمال رہتی ہے اور سوگز کے فاصلے سے بھی اپنے شکار کو مار گراتی ہے۔

اس نے پتلون اور جیکٹ کی جیبوں میں جتنے میگزین آئے، اتنے ٹھونس لیے۔ پھر بیگ لے کر چیت راؤ کے پاس آکر بولا۔ "میں نے ضرورت کے مطابق اسلحہ اور میگزین رکھ لیے ہیں۔ یہ بیگ تم اپنے پاس رکھو۔ شملہ میں ملاقات ہوگی۔"

چیت راؤ نے درگا کو مراد کی مختصر ہسٹری بتائی تھی۔ وہ اسے بڑی محبت اور عقیدت سے دیکھ رہی تھی۔ اسٹیشن پر گاڑی رک رہی تھی۔ وہ اپنا بیگ اٹھا کر جانے لگا تو وہ بولی۔ "بھائی! آئی لو یو۔"

وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "میری کوئی بہن نہیں ہے۔ اللہ نے چاہا تو یہ بھائی کبھی تم پر آنچ نہیں آنے دے گا۔ یہ عارضی جدائی ہے۔ ہم شملہ میں ملیں گے۔"

وہ ٹرین سے اُتر کر پلیٹ فارم پر آیا۔ وہ ایک ویران سا اسٹیشن تھا۔ چند مسافر عورتیں اور مرد اُتر کر جا رہے تھے۔ وہ بھی ان کی بھیڑ میں اسٹیشن سے باہر آگیا۔

وہ پہاڑی علاقہ اس کے لیے انجانی جگہ تھی۔ حالات نے اسے انجانے اور پیچیدہ راستوں سے گزرنا سکھا دیا تھا۔ اس اسٹیشن کے اطراف ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ چند عورتیں اور مرد آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ ٹرین جا رہی تھی۔ بچے اس کے پیچھے دوڑتے جا رہے تھے۔

وہاں ایک مسافر بس کھڑی ہوئی تھی۔ رکشا اور ٹیکسی نظر نہیں آرہی تھیں۔ کنڈیکٹر شملہ جانے کی آوازیں لگا رہا تھا۔ وہ شانے سے بیگ لٹکائے بس کے اندر آگیا۔ مسافر زیادہ نہیں تھے۔ غریب عورتیں اور مرد زیادہ نظر آرہے تھے۔ اسے ایک کھڑکی کے پاس جگہ مل گئی۔

بس وہاں سے چل پڑی۔ مسافروں کے درمیان گانے بجانے والوں کی ایک ٹولی تھی۔ ایک شخص کے پاس ہارمونیم اور دوسرے کے پاس ڈھولک تھی۔ ان کے ساتھ ایک بوڑھا' ایک جوان لڑکی اور ایک جوان عورت تھی۔ وہ اسٹریٹ سنگر تھے۔ گرمی کے موسم میں ہر سال شملہ جا کر سڑکوں پر گاتے بجاتے اور ناچتے ہوئے پیسے کماتے تھے۔

کھڑکی کے باہر خوب صورت پہاڑی مناظر میں ایسی دلکشی تھی کہ مراد سحر زدہ سا ہو گیا تھا۔ اونچے نیچے اور پیچیدہ راستوں پر بس اپنی مخصوص رفتار سے جا رہی تھی۔ اندر مسافروں کے درمیان شور برپا ہوا تو مراد نے کھڑکی سے پلٹ کر دیکھا۔ بس کا کنڈیکٹر گانے بجانے والوں سے کہہ رہا تھا۔ "پورا کرایہ نہیں دو گے تو ابھی گاڑی سے اتار دوں گا۔ پھر پیدل یہاں سے شملہ جاؤ گے۔"

ایک عورت نے کہا۔ "ہم سب اپنا پورا کرایہ دے رہے ہیں۔ بس یہ بوڑھے بابا کا کرایہ نہیں ہے۔ یہ تمہارے باپ سمان ہیں۔ ان کا کرایہ نہیں لو گے تو تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔"

"نقصان ہوگا۔ اگر ہم بوڑھوں کو باپ' بوڑھیوں کو ماں اور جوانوں کو بہن بھائی کہتے رہیں گے تو ہمیں بھی تمہاری طرح ناچنے گانے کے لیے سڑکوں پر آنا ہوگا۔"

وہ ڈھولک والے کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "چلو کرایہ نکالو۔ نہیں تو میں گاڑی رکواتا ہوں۔"

وہ پریشان ہو کر آپس میں بولنے لگے۔ بوڑھے بابا نے اپنے لوگوں سے کہا۔ "میرے پاس ایک روپیا ہے۔"

ہارمونیم والے نے کہا۔ "میرے پاس ڈھائی روپے ہیں۔ منجو تیرے پاس کیا ہے؟"

اس کے پاس بیٹھی ہوئی جوان عورت کا نام منجو تھا۔ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY PAKSOCIETY

بولی۔ "میرے پاس ہے تو کسی پر شلہ کھینچ کر روٹیاں کھاتی ہے۔ کنتاری تیرے پاس کچھ ہے؟"

جوان لڑکی کا نام کنتاری تھا۔ وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ "مجھے دیتا کون ہے کہ میرے پاس جمع پونجی ہوگی۔ مجھے تو بس پوتے ہیں اور پیٹ بھر کے کھانے کو دیتے ہیں۔"

دوسرے شخص نے اپنی ڈھولک پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس ہے تو کسی پر نشے کے لیے ضروری ہے۔ تر میں بجانے کے لیے ذرا سرور میں رہنا پڑتا ہے۔"

ہارمونیم والے نے کہا۔ "پڑیاں نہ ہو تو سُر نہیں لگتے۔"

کنڈیکٹر ان سب کا منہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے ڈھولک والے کی طرف جھک کر پوچھا۔ "دم مارو دم ہے؟"

ڈھولکی نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ کنڈیکٹر نے پوچھا۔ "دو بھری ہوئی سگریٹ ہیں؟"

ڈھولکی نے اپنی ڈھولک پر ایک تھاپ مارتے ہوئے کہا۔ "ہیں۔ کرایہ چھوڑ دو گے تو دوں گا۔"

"ایک ٹکٹ دو سگریٹ۔"

"چلو دیا۔"

کنڈیکٹر نے دور ڈرائیور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "گرو جی! دو بھری ہوئی سگریٹ ہیں۔ کرایہ ٹکٹ ہے۔ بے چارہ بوڑھا بابا ہے۔ کیا بولتے ہو؟"

ڈرائیور نے کہا۔ "دام لے لے۔ بابے کو جانے دے۔ دینے لینے سے ہی ایک دوسرے کا بھلا ہوتا ہے۔"

اس بات پر چند مسافر ہنسنے لگے۔ اسی وقت ڈرائیور نے زوردار بریک کے ساتھ گاڑی روک دی۔ سامنے سڑک پر تین بدمعاش رائفلیں تانے کھڑے تھے۔

مراد کے مقدر میں یہی لکھا تھا۔ بندوق والوں سے اور جرائم پیشہ لوگوں سے سامنا ہوتا رہتا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے بیگ میں ہاتھ ڈال کر اسلحہ اور بلٹس کے پیکٹس کو سیٹ کے نیچے چھپا دیا پھر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

ڈرائیور نے گولیاں چلنے سے پہلے ہی بس کو روک کر اپنی اور لاکھوں روپے کی بس کی سلامتی چاہی تھی۔ بس کے رکتے ہی وہ تینوں اندر آگئے۔ ان میں سے دو آگے پیچھے کے حصوں میں گئے۔ تیسرا درمیانی حصے میں رہ کر بولا۔ "جس کے پاس جو مال ہے نکال کر باہر رکھو۔ جلدی کرو۔"

وہ تینوں ایک ایک مسافر کو اس کی سیٹ سے اٹھا کر تلاشی لے رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ "آج ہمارے بھیرو دادا کا جنم دن ہے۔ ہم کو جیادہ سے جیادہ مال لے کے جانا ہے۔"

ایک نے مراد کے سینے پر رائفل کی نال رکھ دی۔ پھر کہا۔ "تُو پڑھا لکھا بابو ہے۔ تیرے پاس تو بڑا مال ہوگا؟"

دوسری طرف سے ایک ڈاکو نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "یہاں تو سب ہی کنگال ہیں۔"

مراد نے بڑی خاموشی اور شرافت سے اپنا بیگ اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے بیگ لے کر اس کی زپ کھول کر مراد کا ایک لباس نکال کر سیٹ پر پھینکا۔ دوسری بار ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو نوٹوں کی گڈیاں نکل آئیں۔ اس کے دیدے حیرت سے پھیل گئے۔ پھر وہ خوشی سے نعرہ لگاتے ہوئے نوٹوں والا ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے چلایا۔ "وہ مارا۔"

اس کے دونوں ساتھی ڈھیر سارے نوٹ دیکھتے ہی حیرت سے اُچھل پڑے پھر دوڑتے ہوئے مراد کے پاس آگئے۔ بیگ سے نوٹوں کی تین گڈیاں نکلی تھیں۔ ایک نے خوشی سے ناچتے ہوئے کہا۔ "آج تو مزہ آگیا۔ بھیرو دادا ہمیں انعام دے گا۔ آج خوب موج مستی ہوگی۔"

دوسرے نے پوچھا۔ "اے... یہ کتنے ہوں گے؟"

مراد نے کہا۔ "میں گنتی نہیں کرتا۔ بے حساب کماتا ہوں۔ ویسے یہ ایک لاکھ ہوں گے۔"

تینوں نے بیک وقت خوشی سے نعرہ لگایا۔ "جے بھوانی... ہمارے باپ نے بھی ایک لاکھ روپے نہیں دیکھے تھے۔"

ایک نے کہا۔ "ہم دیکھ رہے ہیں اور لے جارہے ہیں۔"

تیسرے نے کہا۔ "ارے ان ناچنے گانے والوں کو لے چلو۔ رات کو دادا کا مجا آجائے گا۔"

اس نے بندوق کا دستہ ڈھولک پر مارتے ہوئے کہا۔ "اے چلو! اپنی عورتوں کے ساتھ باہر نکلو۔"

جوان عورت نے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر کہا۔ "ہم پر دیا کرو۔ ہم پاپی پیٹ کی خاطر شملہ جارہے ہیں۔"

"پیٹ وہاں بھی بھرے گا۔ بھیرو دادا مستی کرے گا اور اچھے پیسے دے گا۔"

بوڑھے بابا نے کہا۔ "یہ میری دونوں بیٹیاں ہیں۔ ہم عزت دار ہیں۔ بیٹیوں سے شریر (جسم) کا دھندا نہیں کراتے ہیں۔ بھگوان کے لیے ہم کو عزت سے جانے دو۔"

وہ عزت والے ہوتے تو ان کی عزت کرتے۔ ایک نے سامنے بیٹھے ہوئے ڈھولک والے کو رائفل کے کندے سے ایک ضرب لگائی پھر کہا۔ "چلتے ہو یا یہاں مرتے ہو؟"

مزید مار کھانے سے پہلے وہ سب سہم کر اٹھ گئے۔ اپنا اپنا سامان اٹھا کر بس سے باہر جانے لگے۔ پھر وہ ڈاکو بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY PAKSOCIETY

اُتر گئے۔ ایک نے بس کی باڈی پر رائفل کا کندا مارتے ہوئے کہا۔ ”چلو بھاگو۔ جاؤ یہاں سے۔“

ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔ اس کا انجن ذرا شور مچاتے ہوئے بیدار ہوا پھر سو گیا۔ وہ ڈاکو ان گانے والوں کے ساتھ جا رہے تھے۔ پلٹ کر نہیں دیکھ رہے تھے۔ مراد بھی گاڑی سے اُتر گیا۔ اس بار بس اسٹارٹ ہو کر آگے چلی گئی۔

وہ بڑے اطمینان سے ان سے فاصلہ رکھ کر چلنے لگا۔ وہاں بس میں اپنی گن نکالتا اور ان سے مقابلہ کرتا تو آگے بستیوں میں جا کر شملہ پہنچتے پہنچتے یہ بات پھیلتی چلی جاتی کہ کوئی ہتھیار والا بس میں سفر کرتا آ رہا ہے۔

پھر یہ خیال بھی تھا کہ دشمن کے کارندے اُدھر ٹرین میں اسے نہ پا کر ان راستوں میں اسے تلاش کرنے آ رہے ہوں گے۔ اس لیے وہ اپنے پاس اسلحے کی نمائش نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ایک ڈاکو نے چلتے چلتے پلٹ کر دیکھا پھر اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ”وہ ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔“

وہ سب رُک گئے۔ ان کے درمیان پچاس گز کا فاصلہ تھا۔ مراد کے چلتے رہنے کے باعث کم ہو رہا تھا۔ ایک نے پوچھا۔ ”اُئے تم ہمارے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟“

وہ اپنے بیگ میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولا۔ ”تم لوگوں نے ٹھیک سے تلاشی نہیں لی۔ اس میں دس ہزار روپے اور ہیں۔“

”ہا گیا...!“ وہ خوش ہو گئے۔ ان کی رائفلوں کی نالیں جھکی ہوئی تھیں۔ مراد نے کہا۔ ”یہ ہیں دس ہزار...“

اس نے گن نکالتے ہی تڑاتڑ دو گولیاں چلائیں۔ اچانک ملنے والی دولت مہنگی پڑ گئی۔ وہ اپنی گنیں سیدھی کرنے سے پہلے ہی زمین پر گر کر ٹھنڈے پڑ گئے۔

تیسرا اُن عورتوں کے پیچھے تھا۔ مراد اس پر گولی چلاتا تو کسی عورت کو لگ سکتی تھی۔

وہ جوان لڑکی کو ڈھال بنا کر مراد کی طرف فائر کرتا ہوا ایک چٹان کے پیچھے چلا گیا۔ مراد بھی دوڑتا ہوا ایک بڑے پتھر کے پیچھے آ گیا۔ وہاں سے دو چار بار فائرنگ کا تبادلہ ہوا پھر خاموشی چھا گئی۔ وہ چٹان کے پیچھے گم ہو گیا تھا۔ شاید پیچھے کہیں چھپنے کی یا محاذ آرائی کی جگہ ہو گی یا اسے بھاگنے کا راستہ مل گیا ہو گا۔

گانے بجانے والے فائرنگ سے بچنے کے لیے زمین پر بیٹھ گئے تھے۔ ہم کر لیٹ گئے۔ ایسے وقت اس

جوان لڑکی نے لیٹے ہی لیٹے مراد کو ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ دشمن اوپر چڑھ رہا ہے۔

مراد نے سر اٹھا کر دیکھا۔ پہلے تو کچھ نظر نہیں آیا۔ پھر اسے لباس کی جھلک نظر آ گئی۔ دشمن کا ارادہ سمجھ میں آ گیا۔ وہ چٹان کی بلندی پر جانے کے بعد راستے بدلنے والا تھا۔ اُدھر کہیں سے مراد کے پیچھے آ کر اسے گولی مارنے والا تھا۔

مراد نے دونوں ہاتھوں سے گن کو تھام کر بلندی کی طرف دھیان رکھا۔ پھر وہ جیسے ہی اوپر پہنچ کر نظر آیا، اس نے گولی چلا دی۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ بلندی سے گرتا ہوا اس کے قریب زمین پر آن گرا۔ گرتے وقت چٹان سے ٹکرا کر اس کا سر پھٹ گیا تھا۔

وہاں تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ ان غریبوں اور کمزوروں کو آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک شہری بابو نے انہیں بندوق والے ڈاکوؤں سے نجات دلائی ہے۔

وہ اب تک مراد کو بے وقوف اور بزدل سمجھتے رہے تھے۔ اس نے لاکھوں روپے چپ چاپ ان کے حوالے کر دیے تھے اور وہ تنہا کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا لیکن اچانک ہی وہ ملک الموت بن گیا تھا۔ وہ حیران تھے ایک اکیلے نے تین درندوں کو مار گرایا تھا۔

مراد نے مرنے والوں کے لباس سے نوٹوں کی گڈیاں نکال کر ہارمونیم اور ڈھولک والوں سے کہا۔ ”فوراً اٹھو اور ان کی لاشیں گھسیٹ کر کھائی میں پھینکو۔“

وہ سنتے ہی وہاں سے اٹھ کر حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ مراد نے اوپر سے گرنے والے آخری ڈاکو کو بھی گھسیٹ کر اسے کھائی کی طرف لڑھکا دیا پھر ان سے کہا۔ ”یہ ضروری تھا۔ اگر ان کی لاشیں یہاں پڑی رہتیں تو گشتی پولیس والے انکوائری کرتے ہوئے ہم تک پہنچ جاتے۔ اب ہم کسی کی پکڑ میں نہیں آئیں گے۔“

پھر اس نے پوچھا۔ ”آگے کہیں سے گاڑی ملے گی؟“

بوڑھے نے کہا۔ ”آگے پھلوا گاؤں ہے۔ وہاں سے گاڑیاں گزرتی رہتی ہیں۔“

جوان عورت نے مراد کے بیگ کو دیکھ کر کہا۔ ”آپ بہت دھنوان ہیں۔ اتنا دھن لے کر اکیلے جا رہے ہیں۔ ڈر نہیں لگتا؟“

وہ اپنی گن دکھاتے ہوئے بولا۔ ”میں صرف دھن نہیں رکھتا۔ لٹیروں کی موت کا سامان بھی رکھتا ہوں۔“

وہ سب آگے چلتے ہوئے باتیں کرنے لگے۔ مراد

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY PAKSOCIETY

نے جوان لڑکی سے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"...

اس نے کہا۔ "کناری..."

وہ بولا۔ "کناری! تم مجھے اشارہ نہ کرتیں تو میں آخری ڈاکو کو دیکھ نہ پاتا۔ تم موقع کو سمجھنے والی ذہین لڑکی ہو۔ میں تمہیں پانچ ہزار روپے انعام دوں گا۔"

وہ سب خوشی سے کھل گئے۔ چلتے چلتے رک گئے۔ پانچ ہزار روپے ان کے لیے خواب جیسے تھے۔ ڈھولکی نے اپنی ڈھولک پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "بابوجی! آپ نے تو شملہ پہنچنے سے پہلے ہی ہمارے وارے نیارے کردیے۔"

مراد نے کہا۔ "آگے چلتے رہو اور میری باتیں سنتے رہو۔"

وہ پھر آگے بڑھنے لگے۔ اس نے کہا۔ "میرے بہت سے دشمن ہیں۔ وہ مجھے صورت سے نہیں پہچانتے ہیں۔ لیکن میرے پاس ہتھیار دیکھ کر یقین ہوجائے گا کہ انہیں میری ہی تلاش ہے۔"

بوڑھے نے کہا۔ "ہتھیار تو تم چھپا کر رکھتے ہو۔ وہ نہیں دیکھ سکیں گے۔"

"جب قریب آکر تلاشی لیں گے تو میں پکڑا جاؤں گا پھر وہ کچھ نہیں پوچھیں گے فوراً مجھے گولی ماردیں گے۔"

جوان عورت نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "دیا رے دیا۔ ہم تم کو مرنے نہیں دیں گے۔"

کناری نے چلتے چلتے پاس آکر اس کے بازو کو تھام کر کہا۔ "میں تم کو بھیا بولوں؟"

مراد نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تم میری بہت اچھی بہن ہو۔ تم نے لڑتے وقت میری مدد کی ہے۔ میں تمہیں بھائی کا اتنا پیار دوں گا کہ تم مجھے کبھی بھول نہیں پاؤ گی۔"

"پھر تو یہ بہن تمہارے لیے جان لڑا دے گی۔ آنے دو دشمنوں کو۔ وہ کتنے ہوں گے؟"

"میری بہنا! صرف جوش اور جذبے سے جان نہیں بچتی۔ تدبیر کرنی ہوتی ہے۔ اگر یہ ہتھیار میرے پاس نہ رہیں، کہیں چھپے رہیں اور ٹھیک ضرورت کے وقت مجھے مل جائیں تو میں دشمنوں کی لاشیں گرادوں گا۔ پھر یہ کہ جب تلاشی لینے والوں کو میرے پاس ہتھیار نہیں ملیں گے تو مجھے دشمن نہیں سمجھیں گے۔ میری تلاش میں دوسری طرف بھٹکتے رہیں گے۔"

جوان عورت نے کہا۔ "ایک ہتھیار کو چھپانا کیا مشکل ہے۔ میں چھپا کر رکھوں گی۔"

مراد نے کہا۔ "ایک بڑی گن ہے ایک چھوٹی گن ہے اور ساتھ سو بلٹس ہیں۔"

ہارمونیم والے نے کہا۔ "کیا دشمن ہماری بھی تلاشی لیں گے؟"

"اگر مجھ سے دور ذرا الگ رہو گے تو تم صرف گانے بجانے والے سمجھے جاؤ گے۔"

کناری نے کہا۔ "پھر تو ٹھیک ہے بھیا! ہم تم سے دور دور رہیں گے۔ تمہاری سب چیزیں چھپا کر رکھیں گے۔"

"معلوم تو ہو کیسے چھپائیں گے، کہاں چھپائیں گے؟ ان تمام نوٹوں کی گڈیوں کو بھی کسی کی نظروں میں نہیں آنا چاہیے۔"

وہ پھر سوچ میں پڑ گئے۔ پھر ایک نے کہا۔ "میں ہارمونیم کے اندر چھپا سکتا ہوں۔"

ڈھولکی نے کہا۔ "میں ڈھولک کے اندر چھپالوں گا۔ مشکل یہ ہوگی کہ ہم نہ بجا سکیں گے، نہ ناچ گا سکیں گے۔"

بوڑھے بابا نے کہا۔ "جب تک یہ سب کچھ چھپا رہے گا، گانا بجانا نہیں ہوگا۔ ہم سے گانے کو کہا جائے گا تو کہہ دیں گے کہ ہارمونیم اور ڈھولک میں خرابی ہے۔ شملہ میں اس کی مرمت کرائیں گے تب یہ ساز بجا سکیں گے۔"

بوڑھے بابا نے عقل کی بات کی تھی۔ وہ سب اس پر عمل کرنے لگے۔ چلتے چلتے رک کر زمین پر بیٹھ گئے۔ ایک نے ہارمونیم کے پردے کو تھوڑا سا چاک کیا پھر اس کے اندر نوٹوں کی گڈیاں اور ایک گن نائن ون ون ٹھونس دی۔ کچھ بلٹس بھی بھر دیے۔ ڈھولکی نے پستول بے بی ایگل کو تمام بلٹس کے ساتھ ڈھولک کے اندر رکھ لیا اور ایک بڑا سا کپڑا ٹھونس دیا تاکہ ہلنے ہلانے سے کوئی آواز پیدا نہ ہوسکے۔

یوں احتیاطی تدابیر پر عمل کرکے اطمینان ہوا۔ مراد اگرچہ ہتھیار کے بغیر نہتا ہوگیا تھا لیکن مطمئن تھا۔ کوئی اس پر جنگجو ہونے کا شبہ نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے بیگ میں جو کاغذات تھے ان سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ ایک سیاح ہے اور سیر و سیاحت کی غرض سے شملہ جارہا ہے۔

آگے ملوا گاؤں تھا۔ مراد ان سے الگ ہوکر پہلے وہاں پہنچ گیا۔ گانے بجانے والے آدھے گھنٹے بعد وہاں آئے اور ایک ڈھابے میں بیٹھ کر کھانے پینے لگے۔

شملہ سے آنے جانے والی بسیں وہاں سے گزر رہی تھیں۔ وہاں کچھ غیر ملکی بھی دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں سیکی براؤن کے دو شوٹرز بھی تھے۔ وہ شملہ سے مراد کو ہر ٹیکسی اور بس میں تلاش کرتے آئے تھے۔

ان کے بدن پر نیلے رنگ کی وردی تھی۔ ان کے شانوں سے گنیں لٹکی ہوئی تھیں۔ وہ خود کو فاریسٹ پولیس والے ظاہر کررہے تھے اور وہاں ایک ایک فرد کی تلاشی لے

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY PAKSOCIETY

رہے تھے۔

کناری اور اس کی بہن تیجو کے علاوہ وہاں اور کئی عورتیں تھیں۔ وہ دونوں ان کی تلاشی لینے آئے تو ایک عورت نے کہا۔ ''خبردار! ہم کو ہاتھ نہ لگانا۔''

دوسری عورت نے کہا۔ ''کیا اپنی ماں بہن کو بھی ہاتھ لگاتے ہو؟ تلاشی لینا ہے تو اپنی کسی عورت کو ساتھ لاؤ۔''

کئی مرد اعتراض کرنے لگے تو وہ دونوں عورتوں سے دور ہو گئے۔ لیکن کئی عورتوں کے پھیلے ہوئے گھاگھروں کو بار بار دیکھنے لگے۔ وہ ایسے گھیر دار تھے کہ ان کے اندر بڑے سائز کی گنیں اور بلٹس کے پاکٹس چھپائے جا سکتے تھے لیکن ان عورتوں کے ساتھ جو مرد تھے، وہ دبلے پتلے یا چھوٹے قد کے تھے۔ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ بھی کسی ہتھیار کو ہاتھ بھی لگاتے ہوں گے۔ ان پر مراد ہونے کا شبہ نہیں ہو رہا تھا۔

وہ مراد کے پاس آ گئے۔ ایک نے پوچھا۔ ''کون ہو تم؟ کہاں سے آ رہے ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟''

وہ بس پر سوار ہوتے ہوئے بولا۔ ''یہ بس جہاں جا رہی ہے وہاں جا رہا ہوں۔ باقی باتیں میرے کاغذات پڑھ کر معلوم کر لو۔''

وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ گانے بجانے والے بھی بس میں آ کر پچھلی سیٹوں پر بیٹھ گئے تھے۔ جب بس چلنے لگی تو دونوں شوٹرز باہر آ گئے۔ وہ دشمن مطمئن ہو گئے تھے۔ وہاں دوسری آنے والی گاڑیوں میں مراد کا انتظار کرنے لگے۔

مراد نے پلٹ کر اپنے نئے چاہنے والے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ سب مسکرانے لگے۔

☆☆☆

مرینہ اپنے یار کے لیے باؤلی ہو رہی تھی۔ اس کی تلاش میں پاگل ہو رہی تھی۔ ویسے پاگل ہونے کی بات ہی تھی۔ اس لیے کہ وہ شام کو نکاح پڑھانے کی بات کہہ کر اچانک ہی کچھ کہے سنے بغیر غائب ہو گیا تھا۔ یہ واقعی شاک پہنچانے اور پاگل کر دینے والا رویہ تھا۔ اس کی گمشدگی کہہ رہی تھی کہ وہ کبھی ماروی کے طلسم سے آزاد نہیں ہو سکے گا۔ وہ پھر اس کی آغوش میں اسیر ہو گیا ہے اور وہ اپنے یار کو اس کی طرف آنے نہیں دے گی۔

وہ جھنجلا کر سوچ رہی تھی۔ ''نہ آتا ہے، نہ آئے۔۔۔ فون پر دو باتیں تو کر سکتا ہے۔ اپنی مجبوریاں تو بیان کر سکتا ہے۔ صاف صاف کہہ سکتا ہے کہ اس سے شادی نہیں کرے گا۔ 'نہ کرے شادی۔۔۔ دوستی تو برقرار رکھ سکتا ہے۔۔۔'

اسے یقین تھا کہ وہ ماسٹر کو بوبو کا مشن پورا کرنے کے لیے شملہ ضرور آئے گا۔ یہ یقین نہ ہوتا تو وہ ماسٹر کا کام کرنے کے لیے بھی ادھر نہ آتی۔ یار کو تلاش کرنے کسی دوسری سمت بھٹکتی رہ جاتی۔

اس وقت وہ ایک نامی گرامی فلم پروڈیوسر دیوراج کی دھرم پتنی بن کر آئی تھی۔ دیوراج جیسے ارب پتی فلمسازوں کی کمائی کسی میں بڑی مشکل سے محفوظ رہتی ہے۔ انڈرورلڈ کے خطرناک گروہ ان سے تگڑا کمیشن وصول کرتے رہتے ہیں۔

ایک انڈرورلڈ کا سربراہ ماسٹر کو بوبو کا احسان مند رہا کرتا تھا۔ وہ ماسٹر کی سفارش پر دیوراج کو سکیورٹی دیتا تھا اور اس ارب پتی کو کروڑوں روپے کے نقصانات سے بچاتا رہتا تھا۔ ایسے احسان کے بدلے دیوراج ماسٹر کے حکم سے مرینہ کو اپنی دھرم پتنی بنا کر شملہ لے آیا تھا۔ وہاں اس کا نام رنجنا تھا۔ کوئی شبہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس کی دھرم پتنی ایک خطرناک گن فائٹر مرینہ ہے۔

ایک دولت مند معزز خاندان کی بیوی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتی لیکن دیوراج کے پاس لائسنس یافتہ گن اور بلٹس کے پیکٹس تھے۔ وہ مرینہ کے استعمال میں آنے والے تھے۔ وہ بھرپور تیاریوں کے ساتھ آئی تھی لیکن اسے اپنی آغوش میں تیار رکھنے والا کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

دیوراج نے کہا۔ ''تم بہت حسین ہو، تمہیں دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ لندن میں میٹ آفیسر رہ چکی ہو اور وہاں سے یہاں تک درجنوں لاشیں گرا چکی ہو۔ اس ہندوستانی عورت کے روپ میں تو بالکل ہی سیدھی سادی گائے دکھائی دیتی ہو۔''

وہ ہنسنے لگی پھر بولی۔ ''ہاں میں آئینہ دیکھتی ہوں تو ہندوستانی عورت کا روپ بہت ہی سندر لگتا ہے۔ میں اناڑی نہیں ہوں۔ سمجھتی ہوں کہ تمہاری رال ٹپکتی رہتی ہے۔''

''ہاں، میں تمہیں دیکھ دیکھ کر اندر ہی اندر مچلتا رہتا ہوں لیکن ماسٹر نے جو سب سے پہلی وارننگ دی ہے وہ یہی ہے کہ میں تمہیں چھونے کی غلطی کبھی نہ کروں۔'' وہ اٹک اٹک کر بولا۔ ''اور جیسا کہ تم جانتی ہو، میں ماسٹر کا پرانا فرمانبردار ہوں۔ اس لیے تم مجھے ہلاک تو نہیں کرو گی لیکن اپاہج بنا کر چھوڑ دو گی۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ ماسٹر نے کہا ہے۔''

وہ مسکرا کر بولی۔ ''تمہاری بہتری اور سلامتی اسی طرح رہے گی۔ تم مجھ سے فاصلہ رکھا کرو گے۔''

پھر وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ''میں تمہیں ناراض

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY
PAKSOCIETY

کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا لیکن یہ پوچھنا چاہتا ہوں' کیا ہماری دوستی ہوسکتی ہے؟ کسی بھی شرط پر۔ کسی بھی قیمت پر؟"

"ہم ابھی دوست ہیں۔ دشمن تو نہیں ہیں؟"

"میرا مطلب ہے، کیا کسی بھی قیمت پر۔ میری آدھی دولت لے کر مجھ سے محبت کروگی؟"

"محبت تو میں نے صرف ایک ہی جیالے سے کی ہے۔ صرف وہی مجھے ہاتھ لگا سکتا ہے۔ میری تمام راتیں اسی کے لیے ہیں۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا۔ وہ بھی ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "اسی ہرجائی کی تلاش میں یہاں بھٹکنے آئی ہوں۔ صبح سے رات ہوگئی ہے۔ کہیں اس کی جھلک دکھائی نہیں دے رہی ہے۔"

"تم تو شاید کسی خطرناک مشن پر آئی ہو اور اپنے کسی چاہنے والے کی بات کررہی ہو؟"

"میرا یار دلدار بھی اسی مشن کا اہم حصہ ہے۔ میں سیر ہوں' وہ سوا سیر ہے۔ میرے حواس پر چھا جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے، آج یا کل کہیں نہ کہیں مجھ سے ٹکرائے گا۔"

"اس کا نام اور حلیہ بتاؤ۔ میں بھی اسے تلاش کروں گا۔"

"وہ اپنا نام اور حلیہ بدل چکا ہے۔ اپنا چہرہ بدل چکا ہے۔ میں اسے صورت سے پہچان نہیں پاؤں گی۔"

"پھر کیسے پہچانو گی؟"

"وہ اپنی آواز اور بولنے کا انداز بدل چکا ہوگا۔ بہت استاد ہے۔ اپنے طور طریقے بھی بدل چکا ہوگا۔ صرف اس کے دے آف ایکشن سے پہچان سکوں گی۔"

وہ خلا میں تکتی ہوئی اسے دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "اتنا چاہتی ہوں کہ وہ کہیں دشمنوں سے ٹکرائے اور میں وہاں پہنچ جاؤں۔ میں اس کے جھپٹنے' پلٹنے اور پلٹ کر جھپٹنے کی تکنیک کو خوب جانتی ہوں۔ اسے پلک جھپکتے ہی پہچان لوں گی۔"

دیوراج اس وقت ایک ڈائننگ ٹیبل پر اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے درمیان کینڈل لائٹس روشن تھیں۔ آس پاس کی میزوں پر بھی موم بتی کی دھیمی رومانٹک روشنی میں محبت کرنے والے کچھ کھا پی رہے تھے اور بڑے پیار سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

مرینہ بھی کینڈل لائٹ کے اس پار دھیمی دھیمی سی چھبی چھبی سی جھلک رہی تھی۔ دل اس کی طرف کھنچا جارہا تھا۔ وہ خود کو سمجھا رہا تھا۔ "نادان! یہ اپنے جیسے جاں باز موت کے کھلاڑی پر مرتی ہے۔ تو مفت میں مارا جائے گا۔"

"یہ جو سرخ لباس میں ملبوس ہے یہ نہ طاقت سے حاصل ہوگی نہ آنسو بہانے سے ملے گی اور نہ ہی مال و دولت لٹانے سے حاصل ہوگی۔ بہتر ہے پیٹ بھر کر کھالے اور گھر جاکر سلامتی سے سوجا۔ دوسرے دن زندہ اٹھے گا۔"

وہ ہوٹل سے باہر آگئے۔ اس وقت وہ شملہ کے سب سے مہنگے علاقے مال روڈ پر تھے۔ وہاں مہنگے ہوٹل' مہنگی دکانیں' مہنگے کلب اور مہنگی تفریحات صرف امیر کبیر عیاش لوگوں کے لیے ہیں۔ وہ وہاں سے پیدل اپنے رہائشی ہوٹل چیپسلی کی طرف جانے لگے۔ وہ ہوٹل بس یونہی تاریخی اہمیت کا حامل کہلاتا تھا۔ وہاں کبھی مہاراجہ کپورتھلا آکر قیام کیا کرتا تھا۔

مرینہ نے چلتے چلتے پوچھا۔ "کیا تم شراب نہیں پیتے؟"

"رات کو ڈنر سے پہلے دو پیگ لیتا ہوں۔ پھر سونے سے پہلے اتنی پیتا ہوں کہ ہوش نہیں رہتا۔ صبح آنکھ کھلتی ہے۔"

"آج کیوں نہیں پی؟"

اس نے بڑی حسرت سے اسے دیکھا پھر کہا۔ "ایک ہی گھونٹ میں تم آکاش کی اپسرا دکھائی دو گی۔ دوسرے گھونٹ میں تمہارا ہاتھ پکڑنے کی ہمت پیدا ہوگی۔ آہ! میں کل صبح اپنے بستر پر زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "اچھا ہے۔ محتاط رہنا چاہیے۔"

"میں ہوٹل پہنچ کر اپنے کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بعد خوب پیوں گا۔" وہ چلتے چلتے اسے دیکھ کر بولا۔ "کیا ظالم شے ہے۔"

"کون میں؟"

"عورت حسین ہو اور ظالم ہو تو اس پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔ میں تمہیں نہیں شراب کو ظالم کہہ رہا ہوں۔ اس کے بغیر نیند نہیں آتی۔ آج یہ مہربان ہوگی۔ تم سے دور مجھے سلا دے گی۔"

وہ دونوں چلتے چلتے ٹھٹک گئے۔ سڑک کے کنارے دکانیں بند تھیں۔ ادھر دور تک تاریکی تھی۔ دو شخص آگے پیچھے دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ آگے والا اچانک بیٹھ گیا۔ پیچھے والا فوراً رک نہ سکا۔ اس کے اوپر سے گزرتا ہوا سامنے زمین پر آکر گر پڑا۔

بیٹھنے والے نے بڑی چالاکی دکھائی تھی۔ فوراً ہی اٹھ کر اس کے منہ پر ٹھوکریں مارنے لگا۔ دیوراج لڑائی جھگڑے سے گھبراتا تھا۔ مرینہ کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "چلو یہاں سے۔"

وہ بڑی توجہ سے اس قدآور شخص کو دیکھ رہی تھی۔ وہ دور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نیم تاریکی میں مراد لگ رہا تھا۔ اس کے لڑنے کا انداز بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ وہ اپنے مقابل کو حملہ کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ اس سے پہلے ہی اپنے داؤ پیچ استعمال کر رہا تھا۔

دیو راج نے اس کا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا۔ ''یہاں بھی خون خرابا ہوگا۔ بھاگ چلو۔''

وہ ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی۔ ''تم جاؤ۔ میں ہوٹل میں آجاؤں گی۔''

وہ اس فائٹر کی طرف کھنچی جا رہی تھی۔ دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا کہ وہ اس کا مراد ہے۔ وہ اتنی دیر میں غالب آچکا تھا۔ اپنے مخالف کو نیم مردہ کر کے وہاں سے بھاگ رہا تھا۔ مرینہ نے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے آواز دی۔ ''رک جاؤ...''

اس نے دوڑتے دوڑتے ایک ذرا سر گھما کر اسے دیکھا پھر بھاگتا ہوا ایک گلی میں مڑ گیا۔ وہ پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔ بڑی تلاش کے بعد وہ نگاہوں کے سامنے آیا تھا۔

وہ اس گلی میں آئی تو وہاں ویرانی اور رات کی خاموشی تھی۔ اس نے کان لگا کر بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنی پھر اس طرف دوڑ پڑی۔ وہ ایک گلی کے بعد دوسری گلی میں مڑ گیا تھا۔ پھر تیسری گلی میں آتے ہی ایک جھٹکے سے رک گیا۔

وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے' ٹانگیں پھیلائے کھڑی تھی۔ اس کے رکتے ہی بولی۔ ''میں نے کہا تھا رک جاؤ۔ مجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے مراد.....؟''

''مراد.....؟'' وہ ہانپتے ہوئے بولا۔ ''میں مراد نہیں ہوں۔ تم لوگ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟''

وہ اس کی طرف کھنچی جا رہی تھی۔ بڑی تلاش کے بعد سامنا ہو رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ''تمہارے پیچھے اور کون لوگ ہیں؟''

''وہ تین بندوق والے تھے۔ میں نے پہلے کبھی انہیں نہیں دیکھا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میں مراد علی منگی ہوں۔''

''اوگاڈ! وہ میکی براؤن کے شوٹرز ہوں گے۔ انہوں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ اس بار تم نے جلدی میں بیچ سرجری نہیں کرائی ہے۔ تمہارے چہرے کی آؤٹ لائن' سر کے بال' قد آور جسامت دور ہی سے کہہ دیتی ہے کہ تم مراد ہو۔''

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ ''میں مراد نہیں ہوں۔''

''بکواس مت کرو۔ تم مجھ سے چھپ نہیں سکو گے۔ فوراً یہاں سے چلو۔ وہ تین تھے۔ تم نے ایک کو مار گرایا ہے' باقی دو کے ساتھ اور کتنے ہی تمہیں ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔''

''میں ان دونوں کو بھی ٹھنڈا کر چکا ہوں۔ میرے پیچھے اب کوئی نہیں ہے۔''

مرینہ نے کہا۔ ''میری جان! ان کے ہاتھوں میں گنیں تھیں۔ تم نہتے ہو اور تم نے تینوں کو ٹھنڈا کر دیا۔ ایسا جیالا تو صرف میرا مراد ہی ہو سکتا ہے۔''

وہ اس کے قریب ہو کر بولی۔ ''یہ خبر دشمنوں تک پہنچی ہوگی کہ ایک نہتے نے ان شوٹرز کو جہنم میں پہنچایا ہے تو وہ پورے یقین سے کہیں گے کہ مراد علی منگی شملہ پہنچ گیا ہے۔''

وہ اس کا بازو تھام کر بولی۔ ''چلو میرے ساتھ.....''

وہ بازو چھڑا کر بولا۔ ''نہیں۔ میں اپنے ہوٹل جاؤں گا۔''

''کس ہوٹل میں رہتے ہو؟''

''تم کیوں پوچھ رہی ہو؟ کون ہو تم؟ کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو؟''

''تم مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ میں کون ہوں؟ جبکہ مجھے نئے روپ میں بھی پہچان گئے ہو۔ اب تم کسی طرح کا بھی ناٹک کر کے مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکو گے۔''

وہ ایک طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ ''ادھر روشنی میں چلو۔ مجھے دیکھو اور بولو کہ کیسا غضب ناک حسن ہے۔''

''یہاں بھی روشنی ہے۔ میں تمہیں دور سے دیکھ رہا ہوں۔''

وہ اپنے دل کی جگہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''تم پر دل آگیا ہے۔ لیکن تم ان دشمنوں جیسی ہو۔ میں تم سے دور ہی رہوں گا۔''

''کیوں بن رہے ہو مراد؟ کیا میں تمہارے مزاج کو نہیں سمجھتی ہوں' عورتیں کتنی ہی حسین ہوں' تم ان سے کتراتے ہو۔ مجھ سے بھی کترا کر منہ چھپا کر یہاں آئے ہو۔''

وہ ایک طرف جانے لگا۔ وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔ ''تمہیں اچانک کیا ہو گیا ہے؟ تم دہلی پہنچتے ہی مجھ سے نکاح پڑھوانے والے تھے۔ یہ بار بار کہتے رہتے ہو کہ میں گولیوں کی بوچھاڑ میں اور پھولوں کی سیج پر ہر جگہ تمہاری اہم ضرورت ہوں۔''

وہ چلتے چلتے پیار سے دھکا دیتے ہوئے بولی۔ ''یاد ہے' تم نے یہ خوش کرنے والی بات کہی تھی کہ ماروی وہ جادو نہیں جگاتی' جو میں جگاتی ہوں۔ تم اپنی زبان سے کئی بار کہہ چکے ہو کہ میرے بغیر نہیں رہ سکو گے۔ پھر اچانک اپنی زبان سے کیوں پھر گئے؟ کیوں مجھ سے چھپ کر مجھ سے دور رہنا چاہتے ہو؟''

''تمہاری باتیں سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔ تم جو کہہ رہی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہو، ایسا میں نے کچھ نہیں کہا ہے۔" وہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بولا۔ "لاجواب ہو۔ تمہارے پھسلتے ہوئے حسن و شباب پر تو دن رات پھسلنے کو تیار ہوں۔ پھر کیا بے وقوف ہوں کہ تم سے شادی سے انکار کروں گا اور تم سے منہ چھپاؤں گا؟" وہ ایک گلی میں مڑتے ہوئے بولا۔ "لیکن اب دل آنے کے باوجود کترواؤں گا۔ آئندہ دور ہی دور سے تمہاری حقیقت معلوم کروں گا۔ تیار رہنا اگر تم میرے لیے خطرناک نہ ہوئیں تو تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

"تم اچھی طرح جانتے ہو دنیا کے لیے خطرناک ہوں۔ تمہارے لیے پھولوں بھری شاخ ہوں۔ ابھی اٹھا کر لے چلو۔"

یہ سنتے ہی وہ اس سے لپٹ گیا۔ محبت سے نہیں مجبوری سے لپٹ کر اسے اٹھاتے ہوئے دوڑتے ہوئے ایک مکان کی تاریک دیوار سے آکر لگ گیا۔ ایسے ہی وقت ایک گولی سنسناتی ہوئی مرینہ کے کان کے قریب سے گزر گئی تھی۔

اس نے دیوار سے آکر لگتے ہی لباس کے اندر سے گن نکال لی۔ گھور کر تاریکی میں دیکھنے لگی۔ اس نے فائرنگ کی سمت کا اندازہ کرلیا تھا۔ وہ سامنے ایک مکان کے پیچھے تھا اور شوٹنگ کے لیے سائلنسر استعمال کررہا تھا۔

مرینہ کی گن سے دھماکا خیز آواز گونجنے والی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ دشمنوں کے علاوہ پولیس والے بھی چلے آئیں۔ ایسے وقت حکمت عملی یہی ہوتی تھی کہ فائرنگ کے بغیر ہی اس ایک گولی چلانے والے پر قابو پالے۔

اس نے سرگوشی میں کہا۔ "تم یہیں رہو۔ لیٹے ہو۔ میں ابھی آتی ہوں۔ اسے پیچھے سے جاکر دبوچ لوں گی۔"

وہ زمین پر چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتی ہوئی ایک سمت جانے لگی۔ اسے تاریکی میں شکار کھیلنا آتا تھا۔ وہ رینگتی ہوئی دوسری گلی میں آئی۔ وہاں سے اٹھ کر پنجوں کے بل کبھی چلتی ہوئی کبھی دوڑتی ہوئی اس مکان کے پچھلے حصے میں پہنچ گئی جہاں وہ شوٹر چھپا ہوا ان کی تاک میں کھڑا تھا۔

وہ تنہا تھا۔ اپنے مطلوبہ مراد کو گولی مارے بغیر وہاں سے نکل نہیں سکتا تھا۔ پھر اس نے ایک عورت (مرینہ) کو اس کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس کے خیال میں وہ دونوں ایک مکان کے تاریک سائے میں چھپے ہوئے تھے۔

وہ اسی دھوکے میں مارا گیا۔ مرینہ اس کے پیچھے پہنچ گئی۔ اس نے گن کے دستے سے اس کے سر پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ ایسا ہاتھ پڑا تھا کہ اس کی کھوپڑی ہل کر رہ گئی۔ آنکھوں کے سامنے تارے سے ناچنے لگے۔ اس کے گرنے سے پہلے ہی مرینہ نے اس کی سائلنسر لگی ہوئی گن چھین لی۔ وہ زمین پر تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔ مرینہ نے اسی کی گن سے اس کے جسم میں دو گولیاں اتار کر اسے تکلیف سے نجات دے دی۔

وہ پھر اسی راستے سے پنجوں کے بل دوڑتی ہوئی آنے لگی۔ یہ اندیشہ تھا کہ اور بھی شوٹرز کہیں چھپے ہوں گے۔ لیکن کہیں سے کسی نے گولی نہیں چلائی۔ وہ واپس اس مکان کے پاس آکر رک گئی۔ وہ وہاں نہیں تھا۔

شاید کسی وجہ سے جگہ بدل کر دوسری طرف چلا گیا تھا۔ اس نے تاریکی میں ادھر ادھر جاکر آواز دی۔ "کہاں ہو تم؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے کہا۔ "میں نے دشمن کو ختم کردیا ہے۔ اب کوئی نہیں ہے۔ آجاؤ۔"

اس کے چاروں طرف خاموشی رہی۔ جواب کیسے ملتا؟ وہ اس کی آواز سے دور کہیں چلا گیا تھا۔ وہ دیر تک اور دور تک تلاش کرتے رہنے کے بعد جھنجلا گئی۔ وہ پھر منہ چھپانے کے لیے گم ہوگیا تھا۔ کیا اس لیے جان پر وار رہا تھا کہ اسے منکوحہ بنانا پڑے؟

وہ غصے سے پاؤں پٹخ کر بڑبڑائی۔ "بلا سے نکاح نہ پڑھائے۔ ساتھ تو رہ سکتا ہے۔"

وہ جھنجلاتی ہوئی اپنے رہائشی ہوٹل کی طرف جانے لگی۔

اس سے مکمل کر باتیں کرنے اور یہ پوچھنے کا موقع نہیں ملا تھا کہ وہ اچانک اس سے دور کیوں بھاگ رہا ہے؟ کوئی تو وجہ ہوگی۔

وہ وجہ کیا بتاتا؟ وہ تو خود کو مراد تسلیم نہیں کررہا تھا۔

اگر مراد نہیں تھا تو ایک حسین عورت کو چھوڑ کر کیوں گیا تھا؟ جبکہ کہہ رہا تھا کہ اس پر دل آگیا ہے۔ اس کے ساتھ دن رات گزارنا چاہتا ہے۔ وہ اس کے سامنے محض باتیں بنا رہا تھا۔

اس کے مراد ہونے کا ثبوت یہی تھا کہ وہ مرینہ سے کترا رہا تھا اور یہ ثبوت بھی کم نہیں تھا کہ اس نے تنہا خالی ہاتھ رہ کر تین شوٹرز کو ہلاک کیا تھا۔ پھر اس سے لپٹ کر اس کے لیے ڈھال بن گیا تھا۔ اسے گولی کی زد میں آنے سے بچایا تھا۔ اتنا پھرتیلا تو بس وہی ایک مراد علی منگی ہی ہوسکتا تھا۔ وہ اسے پاکر کھو چکی تھی۔ یہ ارادہ کررہی تھی کہ وہ نظروں میں آچکا ہے۔ اسے اب دور سے بھی پہچان لے گی۔ کل تمام دن اسے تلاش کرے گی۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مراد شام ہونے سے پہلے ہی شملہ پہنچ گیا۔ وہ گانے بجانے والے بس سے اُتر کر تبت بازار کی سمت جا رہے تھے۔ وہاں ان کے ایک گرو دیو کا استھان تھا۔ انہوں نے وہاں ایک بوڑھے بابا سے سات سُروں کا سبق حاصل کیا تھا۔ اس لیے اسے گرو دیو کہتے تھے۔ پھر گرمیوں کے چار مہینے تک وہ ناچتے گانے اور کمانے کے لیے آتے تو انہیں گرو دیو کے استھان میں رہنے کی جگہ مل جاتی تھی۔

مراد ان کے پیچھے فاصلہ رکھ کر چلنے لگا۔ اس کی ایک شاٹ گن' ایک پستول اور بلنس ان کے ہارمونیم اور ڈھولک میں چھپا کر رکھے گئے تھے۔ ہزاروں روپے بھی ان کے پاس تھے۔ یہ سب کچھ لینے کے لیے وہ بھی گرو دیو کے استھان میں آ گیا۔

گرو دیو نے اس سے کہا۔ "میرے دل میں اور میرے استھان میں بہت جگہ ہے۔ اگر مناسب سمجھو تو یہاں رہو۔ یہاں کسی کا کوئی دشمن قدم نہیں رکھتا ہے۔ جو دشمن ہیں' وہ بھی میرے سامنے ادب سے سر جھکاتے ہیں۔"

"آپ کی مہربانی ہے' گرو مہاراج! کبھی مجھ پر مصیبت آئے گی تو آپ کی پناہ میں ضرور آؤں گا۔"

اس نے ہتھیاروں اور بلنس کو لباس اور سفری بیگ میں چھپا لیا۔ اپنی بہن کنواری کو دس ہزار اور اس کے بوڑھے باپ کو پانچ ہزار دیے۔ پھر وہاں سے رہائش کے لیے ایک ہوٹل میں آ گیا۔ ایسے وقت چیت راؤ نے فون پر پوچھا۔

"کہاں ہو؟"

"میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔ لکڑ بازار کے ایک ہوٹل جمنا میں کمرا نمبر بائیس میں ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "واہ! کیا اتفاق ہے۔ میں بھی اسی ہوٹل کے کمرا نمبر ساٹھ میں ہوں۔ ابھی آ رہا ہوں۔"

پانچ منٹ کے بعد ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے دروازہ کھول کر چیت راؤ سے کہا۔ "نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ تم بیٹھو۔ ہم تھوڑی دیر بعد باتیں کریں گے۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ مراد نماز پڑھنے لگا۔ مغرب کی نماز مختصر تھی لیکن سوچیں زیادہ تھیں۔ دعائیں طویل تھیں۔ "یا اللہ... میں یہاں ہوں اور میرا دل ماروی کے پاس بھٹک رہا ہے۔ وہ مجھ سے ناراض ہے، میں نے اس کا دل دکھایا ہے۔ اس کی ناراضگی دور کر دے میرے معبود... میں اسے پھر سے جیتنے کے لیے مرینہ سے کترا رہا ہوں۔ یا اللہ! میری یہ محبت' یہ سچائی میری ماروی تک پہنچ جائے۔ آئندہ مرینہ جیسی کوئی بھی عورت میرے لیے کتنی ہی ضروری کیوں نہ ہو' میں نہ اس کے ساتھ رہ کر کام کروں گا اور نہ ہی کسی کے قریب جاؤں گا۔ میرے معبود! مجھے توفیق دے۔ حوصلہ اور سلامتی دے۔ میں یہاں کا کام جلد سے جلد نمٹا کر ماروی کی تلاش میں جاؤں گا۔"

وہ دعائیں مانگنے کے بعد نماز کی جگہ سے اٹھ کر چیت راؤ کے پاس آیا پھر بیڈ کے سرے پر بیٹھ کر بولا۔ "یہاں تمہارے آدمی پہلے سے پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کی رپورٹ کیا ہے؟"

چیت راؤ نے کہا۔ "میرے دستِ راست نے بتایا ہے کہ میڈونا اور ایمان علی آج صبح کی فلائٹ سے یہاں آئے ہیں۔ وائلڈ فلاور ہال کے قریب ایک کاٹیج میں ان کی رہائش ہے۔ وہیں آس پاس کے دو کاٹیج میں کئی سیکیورٹی گارڈز رہا کریں گے۔"

مراد نے کہا۔ "یہ اندازہ تھا کہ بیکی براؤن اپنی بیٹی کی حفاظت کے لیے سخت انتظامات کرے گا۔"

"وہ تو ضرور کرے گا۔ یہ اطلاع ملی ہے کہ کل میڈونا اور ایمان علی اسکیٹنگ کے لیے ٹھہری جائیں گے۔ وہاں بھی دور تک مسلح گارڈز ان کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ وہ کئی میلوں تک پھیلا ہوا اسکیٹنگ پلے گراؤنڈ ہے۔"

"ہم دیکھیں گے کہ گارڈز کتنی دور تک اس کی نگرانی کر سکیں گے؟ ہائی وا دے تمہاری ڈرگا کہاں ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "اتنی جلدی اسے میری ڈرگا نہ کہو۔ اس کے دل میں کیا ہے، پہلے یہ تو معلوم ہو۔"

"اس کے دل کا حال مجھ سے پوچھو۔ میں عشق کے میدان کا پرانا کھلاڑی ہوں۔ وہ یقیناً تمہارے ساتھ اس ہوٹل میں ہے اور شاید تم دونوں ایک ہی کمرے میں ہو۔"

"ہاں، یہ تو مجبوری ہے۔ اگر وہ تنہا ایک کمرے میں ہوتی تو دس طرح کی انکوائریاں ہوتیں کہ وہ کون ہے؟ تنہا ایک گود کے بچے کے ساتھ کہاں سے آئی ہے؟"

مراد نے تائید میں سر ہلایا۔ وہ بولا۔ "یہ خبر اس کے سابقہ دشمن شوہر جے جے بھاسکر تک پہنچ جائے گی کہ ایک اکیلی عورت یہاں ہوٹل میں ہے۔ یہ تو ہم دیکھ ہی چکے ہیں' بھاسکر کے شوٹرز اسے تلاش کر رہے ہیں۔"

مراد نے مزید کہا۔ "میں مجبوریاں سمجھ رہا ہوں۔ ابھی وہ ایک دھرم پتنی بن کر تمہارے ساتھ اس کمرے میں ہو گی؟"

اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ مراد نے مسکرا کر کہا۔ "کوئی دوسرا رشتہ بھی جوڑا جا سکتا تھا۔"

"ہاں یار... جانے انجانے میں یہی ہو رہا ہے' جو

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دل اندر سے کہہ رہا ہے۔"

"جانے انجانے میں کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ تمہاری طرح اس کا دل بھی یہی کہہ رہا ہے کہ یہ رشتہ بن رہا ہے تو بننے دو۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ دل سے تمہاری ہو گئی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "سچ بول رہے ہو؟"

"مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ کیسے مرد ہو؟ اس کے اندر کی صاف صاف بات اگلواؤ۔"

"میں یہی سوچ رہا تھا۔ آج ہم کمرے میں تنہا ہوں گے۔ اس سے کس طرح محبت ظاہر کروں؟ وہ اپنے دل کی بات زبان پر کیسے لائے گی؟ میں اس معاملے میں بالکل گدھا ہوں۔"

مراد نے ہنستے ہوئے کہا۔ "پھر تو سمجھو کام ہو گیا۔ عورتیں گدھے جیسے مرد کو فوراً پسند کرتی ہیں۔"

چیت راؤ نے بھی ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا آج اکیلے میں اس کا ہاتھ پکڑ لوں؟"

"وہ بندوق نہیں ہے کہ پکڑ لو گے۔ ایک ذرا دل جیتنے کی بات ہوتی ہے۔ پہلے بچے کے ذریعے ماں کے قریب جاؤ۔"

"یعنی کیسے جاؤں؟ یار ٹھیک سے سمجھاؤ؟"

مراد نے سمجھایا۔ "وہ اپنے بچے کو چومتی ہے نا...؟"

"ہاں چومتی ہے۔"

"جس وقت وہ بچے کے ایک گال کو چومے اسی لمحے میں تم بچے کے دوسرے گال پر اپنے ہونٹ رکھ دو۔ اگرچہ وہ دو عدد بوسے بچے کے لیے ہوں گے لیکن تم دونوں کے ہونٹ ایک دوسرے کے بالکل قریب ہو جائیں گے۔"

"کیا زبردست آئیڈیا ہے۔ یار...! میرا دل زور زور سے دھڑک رہا ہے۔"

"آگے سنو...! تم دونوں کے بوسے کے درمیان بچہ ہو گا۔ تم بچے کو چپ چاپ ذرا سا ہلا دو گے تو وہ درمیان سے سرک جائے گا۔ یوں ایک جھٹکے سے تم دونوں کے لب ایک دوسرے سے..."

مراد نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آگے سمجھ لو کیا ہو گا۔"

"یار...! میرے اندر ابھی سے دھماکے ہو رہے ہیں۔"

"تو پھر بھگوان کا نام لے کر میرا نسخہ آزماؤ۔ ڈرگا کو ایک پوری جوانی گزارنے کے لیے تمہارے جیسے جنگجو مرد کی ضرورت ہے۔ اور اگر مرد ہو تو پھر ہمت کرو۔ وہ تمہیں گولی نہیں مارے گی۔"

وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "ٹھیک ہے جاتا ہوں۔ میرے لیے پرارتھنا کرو۔"

"کیا پرارتھنا کروں کہ وہ کہیں تمہاری آبرو نہ لوٹ لے؟"

وہ جھینپ کر ہنستا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ اس کا کمرا دوسرے فلور پر تھا۔ وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر آیا تو اس کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ شخص ہاتھوں میں گنیں لیے کھڑے تھے۔ ڈرگا بچے کو گود میں لیے ان سے کہہ رہی تھی۔ "جب میں کہہ رہی ہوں کہ یہاں اپنے پتی دیو کے ساتھ ہوں تو..."

وہ کہتے کہتے چیت راؤ کو دیکھ کر رک گئی پھر بولی۔ "یہ لو تمہارا باپ آ گیا ہے۔"

چیت راؤ نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ کون ہو تم لوگ... میری پتنی کو پریشان کیوں کر رہے ہو؟"

اس نے کوئی جواب سننے سے پہلے ڈرگا سے کہا۔ "اندر جاؤ دروازہ بند کرو۔"

وہ چیت راؤ کو ان گن والوں کے پاس تنہا چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے دروازے کو بند کرتے ہی بچے کو بیڈ پر لٹایا۔ اپنی گن نکال کر اسے چیک کیا۔ پھر اسے ساڑی میں چھپا کر فون پر مراد سے کہا۔ "بھائی! اوپر آؤ۔ دو مسلح دشمن آئے ہیں۔ تمہارا یار اکیلا ہے۔"

مراد فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "بس ابھی آیا۔"

وہ فون بند کرتے ہی دروازے کے پاس آ گئی۔ کان لگا کر توجہ سے سننے لگی۔ کچھ سنائی نہیں دیا۔ باہر خاموشی تھی۔ کسی کے بولنے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ اس نے پوری طرح مستعد ہو کر گن کو ساڑی سے نکالتے ہی دروازے کو کھولا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔

وہ چیت راؤ کو گن پوائنٹ پر لے جا رہے تھے۔ اس نے باہر آ کر دیکھا۔ وہ دشمن اسے نشانے پر رکھ کر سیڑھیاں اتر رہے تھے۔ ایسے وقت پیچھے سے مراد آیا۔ ڈرگا نے اسے دیکھا تو جیسے غیبی طاقت اسے حاصل ہو گئی۔ اس نے فوراً ہی ایک دشمن کا نشانہ لے کر گولی چلائی۔ دوسرے کو مراد نے اڑا دیا۔ پھر وہ تینوں دوڑتے ہوئے اوپر کمرے میں آ گئے۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔

فائرنگ کی آوازوں نے پورے ہوٹل میں ہلچل پیدا کر دی تھی۔ چیت راؤ نے فون پر نمبر پنچ کیے پھر ماتحتوں سے پوچھا۔ "کہاں ہو تم لوگ...؟"

جواب ملا۔ "ہم ہوٹل میں گھس آئے ہیں۔ فوراً بتائیں۔ اب ہمیں کیا کرنا ہے؟"

"باہر کھڑکی کے نیچے آؤ۔ ہمارے تمام ہتھیار لے جاؤ۔ یہاں تلاشی لی جائے گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

مراد، ڈرگا اور چیست راؤ نے فوراً ہی اپنے اپنے ہتھیار اور بلٹس ایک شاپر میں ڈالے۔ کمرے کی لائٹس آف کیں پھر چیست راؤ نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ نیچے اس کے دو ماتحت کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے ہتھیاروں سے بھرا شاپر ان کی طرف پھینکا۔ وہ اسے کیچ کر کے وہاں سے لے گئے۔

ایک پولیس افسر سپاہیوں کے ساتھ آ گیا تھا۔ ہوٹل والے بیان دے رہے تھے کہ پہلے دو گن مین ہوٹل کے اندر آئے تھے۔ انہوں نے تھوڑی دیر بعد فائرنگ کی آواز سنی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اور کئی گن مین ہوٹل میں آ گئے تھے پھر وہاں سے بھاگ گئے تھے۔

دراصل بعد میں آنے والے گن مین چیست راؤ کے ماتحت تھے اور اس کے حکم سے واپس چلے گئے تھے۔ ہوٹل کے تمام کمروں کے دروازے کھل گئے تھے۔ سب ہی پریشان تھے۔ ان تینوں نے بھی ہتھیاروں سے محروم ہونے کے بعد کمرے کا دروازہ کھول دیا تھا۔ پولیس والے سرسری طور پر کمروں کی تلاشی لے رہے تھے اور وہاں رہنے والوں کو تسلیاں دے رہے تھے کہ اب کوئی دہشت گرد ادھر نہیں آئے گا۔

پولیس کے جانے کے بعد مراد نے کہا۔ ''یہاں ہم پر کسی نے شبہ نہیں کیا ہے۔ لیکن بھاسکر تک اطلاع پہنچ رہی ہوگی۔ اسے معلوم ہو رہا ہوگا کہ اس کے دو شوٹرز ہوٹل جنتا میں مارے گئے ہیں۔''

ڈرگا نے کہا۔ ''وہ کمینہ ضرور سوچے گا کہ اس کے آدمیوں کو میں نے ہی یہاں مارا ہے۔ اس کے آدمی پھر یہاں آئیں گے۔''

وہ پریشان ہو کر بولی۔ ''وہ اپنے بیٹے کو حاصل کرنے کے لیے پاگل ہو رہا ہے۔ یہاں خود آ سکتا ہے۔ مجھے دیکھ لے گا تو بچے کو چھین کر مجھے بھی زبردستی لے جانا چاہے گا۔''

چیست راؤ نے کہا۔ ''تم ایک ننھے بچے کے ساتھ پہچان بن گئی ہو۔ پھر تم نے یہاں تک میرے ساتھ ٹرین میں سفر کیا ہے۔ وہ مجھے تمہارے ساتھ دیکھتے آ رہے ہیں۔ ہم جہاں بھی ساتھ رہیں گے، وہ ہمیں پہچان لیں گے۔''

مراد نے کہا۔ ''فوراً اپنا سامان اٹھاؤ۔ میرے ساتھ چلو۔ ڈرگا کی فکر نہ کرو۔ یہ گرودیو کے استھان میں محفوظ رہے گی اور اب تم بھی اس سے دور رہو گے۔''

وہ تینوں اپنے اپنے کمروں سے سامان اٹھا کر اس ہوٹل سے نکل آئے۔ ماتحتوں سے فون پر کہہ دیا کہ وہ دور سے ان کی نگرانی کرتے رہیں۔ مراد نے چیست راؤ سے پوچھا۔ ''وہ دونوں شوٹرز تم سے کیا کہہ رہے تھے؟ تمہیں کہاں لے جا رہے تھے؟''

اس نے کہا۔ ''پہلے تو وہ مطمئن ہو گئے تھے کہ میں اور ڈرگا پتی پتنی ہیں۔ پھر میری شامت آ گئی۔''

وہ اپنے کان کے پیچھے ہاتھ لے جا کر بولا۔ ''میرا... یہ زخم کا نشان اکثر میری پہچان بن جاتا ہے۔ ایک نے اس نشان کو دیکھتے ہی کہا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ بھاسکر جی کی پتنی کے ساتھ جو شخص ہے' اس کے بائیں کان کے پیچھے زخم کا نشان ہے۔''

''ہوٹل کے باہر بھاسکر کا ایک خاص آدمی کھڑا ہوا تھا۔ وہ اس کے سامنے مجھے لے جا رہے تھے۔ میں مطمئن تھا کہ باہر میرے بھی مسلح ماتحت موجود ہیں۔ اس سے پہلے ہی نیچے سے تم اور اوپر سے ڈرگا نے آ کر ان کا کام تمام کر دیا۔''

مراد نے کہا۔ ''تم صرف ڈرگا کے لیے ہی نہیں میرے لیے بھی خطرہ بن گئے ہو۔ ابھی یہاں سے الگ ہو جاؤ۔ ہمارا فون کے ذریعے رابطہ رہے گا۔''

وہ تینوں چلتے چلتے رک گئے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو بڑی محبت اور بڑے دکھ سے دیکھا۔ وہ بچھڑنا نہیں چاہتے تھے۔ ڈرگا نے اس کے بازو کو تھام کر کہا۔ ''میں کسی بھی مصیبت کے اندھیرے میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتی۔ لیکن بچے کی سلامتی کے لیے مجبور ہو رہی ہوں۔''

وہ بولا۔ ''بے شک' ہر حال میں بچے کی سلامتی کو ترجیح دی جائے گی۔ ہم جلد ہی ملیں گے۔''

اس نے ڈرگا کا ہاتھ تھاما تو وہ یکلخت قریب ہو کر اس کی دھڑکنوں سے لگ گئی۔ بڑی بے قراری سے بولی۔ ''میں عورت ہوں مگر پتھر ہوں۔ مجھے رونا نہیں آتا۔ پہلی بار میرا دل تم سے بچھڑتے ہوئے رو رہا ہے۔''

اس نے کہا۔ ''زندگی اور موت کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ جاتے جاتے کچھ مانگ رہا ہوں' دو گی؟''

''جو چاہو' مجھ سے لے لو۔ انکار نہیں کروں گی۔''

وہ دوسرے ہی لمحے میں اس کے لبوں پر اتر گیا۔ دو سانسیں گڈمڈ ہونے لگیں۔ مراد نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اسے ماروی یاد آنے لگی۔ اس کے چاروں طرف پھول کھلنے لگے۔ لیکن بارود سے کھیلنے والوں کو چوکنا رہنا پڑتا ہے۔

اس نے تھوڑی دیر بعد ان کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ ''بس کرو...... پولیس والے آ جائیں گے۔''

چند لمحوں کے بعد چیست راؤ نے اس کے شانے پر

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY PAKSOCIETY

ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''دوست! تیرا شکریہ۔ آج پہلی بار معلوم ہوا ہے کہ یہ زندگی کتنی خوبصورت ہے۔ دُرگا تیرے حوالے ہے۔ میں جا رہا ہوں۔''

وہ دُرگا کو پیار سے دیکھتا ہوا چلا گیا۔ مراد اسے لے کر گرودیو کے استھان میں پہنچا تو رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ وہاں سب جاگ رہے تھے۔ ہارمونیم اور ڈھولک کی مرمت کرنے کے بعد گانے اور ناچنے کی ریہرسل کر رہے تھے۔

کنواری' مراد کو دیکھتے ہی خوشی سے دوڑتی ہوئی آ کر اس سے لگ گئی۔ مراد نے گرودیو کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''مہاراج! میری ایک بہن کنواری آپ کے پاس ہے۔ یہ دوسری بہن دُرگا ہے۔ دشمن اس کے پیچھے ہیں۔ اسے چھپ کر رہنا ہوگا۔ میں اسے آپ کی پناہ میں لے آیا ہوں۔''

درگا نے سر جھکا کر گرودیو کے پاؤں چھو لیے۔ انہوں نے کہا۔ ''میرے آشرم میں بہت ساری بیٹیاں آتی رہتی ہیں۔ یہاں میری بیٹی بن کر رہو۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔''

مراد نے کنواری سے اور اس کی بہن منجو سے کہا۔ ''یہ یہاں تمہاری بیوہ بہن بن کر رہے گی اور جب تک ساتھ رہے گی' تب تک تم سب کے کھانے پینے اور دوسری ضروریات پوری کرنے کے لیے تمہیں اچھی خاصی رقم ملتی رہے گی۔ دوست ہوں یا دشمن سب ہی کو یقین ہونا چاہیے کہ یہ تمہاری سگی بہن ہے۔''

بڑی بہن منجو نے بچے کو دُرگا سے لے کر پیار کرتے ہوئے کہا۔ ''ہم تو اسے کلیجے سے لگا کر رکھیں گے۔''

کنواری نے دُرگا سے لپٹ کر کہا۔ ''یہ میری بڑی دیدی ہیں' ہمیں ایک ہی ماں نے جنا ہے۔ ہم سگی بہنیں ہیں۔''

کنواری کے بوڑھے باپ نے دُرگا کے سر پر ہاتھ رکھ کر مراد سے کہا۔ ''جب سے تم ہماری زندگی میں آئے ہو' ہمارے دلدر دور ہوتے جا رہے ہیں۔ ہم یہاں چار مہینوں میں جتنا کما کر لے جاتے ہیں، اس سے زیادہ تم نے ایک ہی دن میں دے دیا تھا۔ اب ہمارے کھانے پینے اور دوسری ضرورتیں بھی پوری کرنے والے ہو۔ خوش رہو بیٹے! یہ بوڑھا تمہارے لیے پرارتھنا کرتا ہے کہ بھگوان تمہاری سب سے بڑی منو کامنا پوری کرے۔''

اس کی دعا سنتے ہی نگاہوں کے سامنے ماروی آ گئی۔ وہی اس کی پہلی اور آخری منو کامنا تھی۔ بوڑھے بابا نے بھگوان سے اس کے لیے دعا مانگی۔ وہ اپنے دل کی گہرائیوں سے بولا۔ ''یا اللہ! یا میرے معبود! آمین۔۔۔''

پھر اس نے دُرگا سے کہا۔ ''جب تک میں نہ کہوں' اس آشرم کی چار دیواری سے باہر نہ نکلو۔ کھڑکی سے بھی نہ جھانکو۔ کوئی تمہیں نہیں دیکھے گا تو محفوظ رہو گی۔''

وہ اپنا ٹھکانا بنانے کے لیے گرودیو کے استھان سے چلا آیا۔

دوسری طرف بھاسکر غصے سے تلملا رہا تھا۔ دُرگا اس کے ہاتھ آتے آتے پھسل رہی تھی۔ وہ دہلی سے شملہ تک براڈ گیج ٹرین سے لے کر نیرو گیج ٹرین تک اس کے سات شوٹرز کو موت کے گھاٹ اتار چکی تھی۔ بعد میں اسے مراد کی فون کال سے معلوم ہوا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ اسلحے کا ایک انٹرنیشنل کھلاڑی ہے۔

جے جے بھاسکر سمجھ گیا کہ وہ مراد علی منگی ہی ہوگا۔ اس نے میکی براؤن سے رابطہ کیا تھا اور مراد کے متعلق مزید معلومات حاصل کی تھیں۔ میکی کے لیے بھی وہ لمحۂ فکریہ تھا۔ وہ بھی سمجھ گیا تھا کہ مراد نیرو گیج ٹرین کے ذریعے شملہ پہنچ رہا ہے۔

اس نے کہا۔ ''مسٹر بھاسکر! میں نے اپنی بیٹی کے اطراف ایسے سخت حفاظتی انتظامات کیے ہیں کہ وہ کسی بھی بہروپ میں قریب آئے گا تو حرام موت مارا جائے گا۔''

پھر وہ گالیاں دیتے ہوئے بولا۔ ''ایسا لگتا ہے۔ گاڈ سے زندہ رہنے کا ٹھیکا لے کر آیا ہے۔ پاکستان' ہندوستان' یو کے اور سن سٹی میں میرے درجنوں شوٹرز کو ہلاک کر چکا ہے۔''

بھاسکر نے کہا۔ ''میں اس کے بارے میں سنتا آ رہا ہوں، وہ بہت ہی خطرناک کلر ہے۔''

میکی نے کہا۔ ''میں بیٹی کو سمجھاتا ہوں، وہاں سے واپس آ جائے لیکن وہ پورے یقین سے کہتی ہے کہ وہ دشمن عورتوں کی عزت کرتا ہے اور کبھی کسی عورت کو نقصان نہیں پہنچاتا۔''

وہ ذرا توقف سے بولا۔ ''بیٹی کی یہ بات میں بھی مانتا ہوں۔ وہ دشمن اسے ہلاک نہیں کرے گا۔ پھر بھی دشمن تو دشمن ہی ہوتا ہے۔ کوئی نقصان ضرور پہنچائے گا۔''

بھاسکر نے کہا۔ ''فکر نہ کرو۔ اب میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ شملہ میں میرے بارہ شوٹرز ہیں۔ وہ کسی نہ کسی کی گولی سے ضرور مارا جائے گا۔''

وہ ٹرینوں میں اپنے سات شوٹرز کی ہلاکت کا تماشا دیکھنے کے باوجود یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ مراد اس کے کسی گن مین کے ہاتھ سے نہیں بچے گا۔ اس کا یہ دعویٰ پھر باطل ہوا' جب اس کے دو گن مین ہوٹل میں مارے گئے۔ تب اس نے میکی براؤن سے پھر فون پر کہا۔ ''میرے آدمی دُرگا کو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY
PAKSOCIETY

اور میرے بیٹے کو تلاش کر رہے ہیں۔ وہ اسے ڈھونڈنے کے لیے ہوٹل جمنا میں گئے تھے۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ کمینہ وہاں موجود ہوگا۔"

اس نے گالیاں دے کر کہا۔ "میرے دو آدمی مارے گئے ہیں۔ میں اسے شملہ سے زندہ نہیں جانے دوں گا۔"

میکی نے کہا۔ "پھر تو مراد وہاں موجود ہے۔ اس ہوٹل کو فوراً گھیر لو۔ میں بھی اپنے آدمی وہاں بھیج رہا ہوں۔"

"وہاں اب کچھ نہیں ہے۔ پولیس انکوائری ہو چکی ہے۔ ہوٹل کے کمروں کی اور لوگوں کی تلاشیاں لی جا چکی ہیں۔ وہاں مراد کا سایہ بھی کسی کو نظر نہیں آیا۔ ہوٹل کے مالک نے بتایا کہ کچھ مسلح افراد ہوٹل میں آئے تھے پھر چلے گئے۔ ان کی بندوقوں کے سامنے کوئی کچھ بول نہ سکا۔ ویسے ان میں مراد جیسے قد و قامت کا کوئی شخص نہیں تھا۔"

میکی وہاں نہیں تھا۔ وہ فون کے ذریعے سب سے رابطہ رکھتا تھا۔ اس نے بھاسکر سے کہا۔ "وہ واردات کر کے فرار ہونا اور چھپنا جانتا ہے۔ پھر یہ کہ کسی نئے بہروپ میں... ہوگا۔ ایک بار شناخت ہو جائے تو پھر چھپ نہیں سکے گا۔"

بھاسکر نے کہا۔ "دُرگا کے ساتھ رہنے والے کی ایک پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے بائیں کان کے نیچے زخم کا نشان ہے۔"

میکی نے کہا۔ "مراد کی ایسی کوئی پہچان نہیں ہے۔ دُرگا کے ساتھ وہ کوئی دوسرا آدمی ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں۔ وہ دوسرا ہی گرفت میں آجائے تو دُرگا اور میرا بیٹا مجھے مل جائے گا اور مراد بھی ہاتھ آسکتا ہے۔"

"درست کہتے ہو۔ ہمیں ایک پہچان معلوم ہو گئی ہے۔ میں اپنے تمام شوٹرز کو اس کی یہ پہچان بتاؤں گا۔"

یوں انہیں اس حد تک اطمینان ہوا کہ چھپت راؤ ان کی گرفت میں آئے گا تو وہ اس کے ذریعے دُرگا اور مراد تک ضرور پہنچیں گے۔

☆☆☆

ماسٹر کو بوبو کے سامنے شطرنج کی جو بساط بچھی رہتی تھی' اس پر کئی مہرے تھے۔ ان میں سب سے اہم مہرہ بادشاہ ہوتا ہے اور وہ شہ دینے والا شہ زور بادشاہ مراد علی منگی تھا۔ اس کے دم سے ماسٹر کی شطرنجی جنگ جاری تھی۔

اب بلال احمد عرف بلا دوسرا اہم مہرہ بن گیا تھا۔ وہ پہلی ہی واردات میں میکی کے ایک بیٹے کو موت کے گھاٹ اتار کر ماسٹر کی آنکھ کا تارا بن گیا تھا۔ پھر وہ.... میکی کو اور دہشت زدہ کرنے کے لیے اسٹیڈیم کے باہر اس کی گاڑیوں کو تباہ کر چکا تھا۔

اس کے بعد ماسٹر کو ایک اور چونکا دینے والی بات معلوم ہوئی کہ بلے کی وائف بشریٰ نے میکی کے دوسرے اور آخری بیٹے کو گولی ماری ہے۔ مرینہ کے بعد ایک عورت کا یہ بہت ہی حیران کرنے اور چونکا دینے والا کارنامہ تھا۔ اگرچہ دشمن کا بیٹا بچ گیا تھا۔ صرف زخمی ہوا تھا۔ تاہم بشریٰ کی دلیری نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ خطرات سے کھیلنا جانتی ہے۔

ماسٹر نے بلے سے کہا۔ "میں تمہاری وائف کو ایک لاکھ ڈالرز انعام کے طور پر دے رہا ہوں' اس نے میرے دشمن کے بیٹے کو مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

وہ خوش ہو کر بول رہا تھا۔ "اور یہ بات اطمینان کا باعث ہے کہ تمہاری وائف مرینہ کی طرح فائٹر ہے، ماردی کی طرح پرابلم بننے والی بیوی نہیں ہے۔"

بلے نے کہا تھا۔ "یس ماسٹر! میری وائف نے سن سٹی میں رہ کر جو ٹریننگ حاصل کی ہے، اس پر عمل کر رہی ہے۔ میں بھی مطمئن ہوں۔ وہ ایک گھریلو عورت کی طرح کوئی پرابلم نہیں بنے گی۔ میں اسے اور ٹریننگ دے رہا ہوں۔"

پھر بشریٰ نے میڈونا کو اوندھے منہ گرا کر ماسٹر کو اور زیادہ خوش کر دیا تھا اور زیادہ اس کی حمایت حاصل کر لی تھی۔ اس نے کہا۔ "بلے! تمہاری عورت دشمنوں کے لیے خطرے کی گھنٹی بننے والی ہے۔ اس کی ٹریننگ پر توجہ دیتے رہو۔ میں اس کے اخراجات کے لیے ماہانہ پچاس ہزار ڈالرز دیا کروں گا۔"

بشریٰ نے سنا تو خوش ہو گئی۔ بلے کے گلے لگ کر بولی۔ "اس کا مطلب ہے' ماسٹر نے مجھے بھی اپنے گینگ میں ایک فائٹر بنا لیا ہے۔ میں تیرے ساتھ تمام وارداتوں میں شریک رہا کروں گی۔"

وہ بولا۔ "ہاں جہاں میں ضروری سمجھوں گا' وہاں ساتھ لے کر جایا کروں گا۔"

"میں ہر جگہ ہر لمحہ تیرے لیے ضروری ہوں۔ یہ مت بھول کہ تیری گھر والی بھی ہوں۔ موت ایک بار پیچھا چھوڑ دیتی ہے یہ ہاں کبھی پیچھا نہیں چھوڑتیں۔"

وہ بولا۔ "تو میرے لیے مصیبت بننے والی ہے۔ ماسٹر تجھے سر پر چڑھا رہا ہے۔"

"میں کام ایسا کر رہی ہوں۔ وہ کامیاب ہونے والوں کی قدر کرتا ہے۔ تو دیکھ لینا۔ وہ تیری طرح اور مراد بھائی کی طرح ایک دن مجھ پر بھی بھروسا اور فخر کرنے لگے گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وہ پارہ صفت تھی۔ ہمیشہ حرکت میں رہنا چاہتی تھی۔

اسے مرد ذات پر بھروسا نہیں تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات گھسی ہوئی تھی کہ مرینہ جیسی بن کر رہے گی تو بلا ہمیشہ اس سے بندھا رہے گا۔ مراد بھائی کی طرح دوسری طرف نہیں جھکے گا۔

بلا بے شک کارنامے انجام دے رہا تھا۔ ماسٹر کی اجازت سے مراد بن کر ڈبل گیم کھیل رہا تھا۔ میکا نو رابرٹ کے ذاتی خفیہ معاملات میں اس کا رازدار بن گیا تھا۔ وہ بڑی کامیابی سے اپنا کھیل کھیل رہا تھا۔

میکا نو رابرٹ' مراد کو اپنا دوست اور گن فائٹر بنانے کے لیے سب سے چھپ کر لندن آیا تھا۔ لیکن لاکھ چھپنے کے باوجود اس سے ہونے والی ملاقات خفیہ نہ رہ سکی تھی۔

میکا نو کا قابل اعتماد محافظ بوگاتا آستین کا سانپ نکلا تھا۔ وہ سی ویو ہوٹل میں پہنچ کر بلے کو وہاں دیکھ کر میکا نو کے دشمن ہارپر کو اطلاع دے چکا تھا کہ اس کا باس وہاں کسی اجنبی سے ملنے کے لیے بھیس بدل کر آیا ہے۔

بلے اور میکا نو کی لاعلمی میں بھید کھلنے والا تھا۔ دشمن اس ہوٹل میں بلے کو گھیرنے والے تھے۔ یہ حقیقت معلوم کرنے والے تھے کہ بھیس بدل کر آنے والا مراد علی منگی ہے یا کوئی اور ہے؟ ایسے وقت بشریٰ نے پھر ایک کارنامہ انجام دیا تھا۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بلے کو خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔

وہ فوراً ہی گرفت میں آنے سے پہلے اس ہوٹل سے چلا گیا تھا۔ بشریٰ آستین کے سانپ کو چھوڑنے والی نہیں تھی۔ اس نے ہوٹل کے ٹوائلٹ میں پہنچ کر بوگاتا کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

ماسٹر نے حیرت سے اور مسرت سے فون پر کہا۔ "ویلڈن بشریٰ..... ! میں پہلی بار تم سے براہ راست بول رہا ہوں۔ تم نے بڑی ذہانت اور حاضر دماغی کا ثبوت دیا ہے۔ بے شک بہت چوکنی رہتی ہو۔ شاباش.....!"

وہ خوش ہو کر کہہ رہا تھا۔ "تم نے بلے کو گرفت میں آنے سے پہلے ہی اسے ہوٹل سے نکال دیا تھا۔ بوگاتا نے بلے کی صورت دیکھی تھی۔ اس پہچاننے والے کو تم نے جہنم میں پہنچا دیا ہے۔ اب کوئی نہیں جان سکے گا کہ بلا وہاں میکا نو سے ملاقات کرنے گیا تھا۔"

ماسٹر نے پھر بلے سے کہا۔ "تم بہت لکی ہو۔ تمہاری وائف تم سے کچھ کم نہیں ہے۔ اسے تمام وارداتوں میں ساتھ رکھا کرو۔ یہ زیادہ سے زیادہ تجربات حاصل کرتی رہے گی۔"

وہ اس لیے بھی خوش تھا کہ بلا مراد بن کر میکا نو رابرٹ کا اعتماد حاصل کر چکا تھا۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی کہ اس کے اندرونی ذاتی معاملات تک پہنچ گیا تھا۔

ماسٹر کو یہ معلوم ہوا تھا کہ میکا نو ہیروں کا ذخیرہ کہاں چھپا کر رکھتا ہے اور اس کی بے وفا بیوی جینیفر کس چور راستے سے اس تہ خانے تک پہنچتی تھی۔

یہ معلوم بھی ہوا تھا کہ جینیفر' انٹرنیشنل سی آئی اے کے چیف ولیم ہارپر اور انٹرپول کے ڈبل افسر گرو ور فرانسس کا ایک گروہ ہے۔ وہ تینوں میکا نو رابرٹ کو بڑی مکاری سے بلیک میل کر رہے ہیں اور ہر ماہ کی دس تاریخ کو اس کے کاروباری منافع سے دس پرسنٹ شیئر حاصل کرتے رہتے ہیں۔

میکا نو کی ایک کمزوری یہ تھی کہ اس کے بیٹے والٹر میکا نو نے ایک یہودی پیشوا کی بیٹی کی آبرو لوٹی تھی اور پیشوا کو قتل کر کے فرار ہوا تھا اور مشرق بعید کے کسی ملک میں روپوش رہنے چلا گیا تھا۔

یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ انٹرپول کے گرو ور کی نظروں میں آ گیا تھا۔ وہ جب چاہتا' اس کے بیٹے کو عدالت میں پہنچا کر سزائے موت دلا سکتا تھا۔

میکا نو اپنے بیٹے کو زندہ رکھنے کے لیے بھی ان کے ہاتھوں بلیک میل ہو رہا تھا۔ میکا نو کی ایک داشتہ ولیم ہارپر کے گھر میں گورنس کی حیثیت سے رہتی تھی۔ اسے اپنی داشتہ سے کوئی کام لینا نہیں آ رہا تھا۔ اس نے بلے سے کہا تھا کہ کسی طرح وہ تمام کاغذات وہاں سے نکال لائے۔ اس کا ایکسٹرا معاوضہ دے گا۔

ہارپر اسکاٹ لینڈ میں رہتا تھا۔ جینیفر اس کے ساتھ دن رات رہتی تھی اور انٹرپول کا گرو ور فرانسس ان کے پاس چھٹیاں گزارنے آیا ہوا تھا۔ وہ اگلے ماہ کی دس تاریخ کو اپنا دس پرسنٹ شیئر لینے کے لیے کوناسی جانے والے تھے۔

ماسٹر نے بلے سے کہا۔ "ان خفیہ کاغذات میں میکا نو رابرٹ کی جان ہے۔ اس کی یہ کمزوری میں اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہتا ہوں۔ تم کسی طرح ہارپر کے سیف سے وہ تمام کاغذات لے آؤ۔

"اس کی دوسری کمزوری اس کا قاتل بیٹا والٹر میکا نو ساؤتھ کوریا میں چھپا ہوا ہے۔ اسے انٹرپول کے گرو ور کے شکنجے سے نکال کر میرے شکنجے میں پہنچا دو۔"

ماسٹر نے مزید کہا۔ "ہیروں کی کان سے جو منافع وہ حاصل کرتا ہے' اس کا بارہ پرسنٹ میں لیا کروں گا۔"

ادھر میکا نو رابرٹ یہ دیکھ کر مطمئن تھا کہ مراد (بلے)

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY PAKSOCIETY

نے پہلی ہی ملاقات میں اسے آستین کے ایک سانپ سے نجات دلائی تھی۔

یوگانا ایک عرصے سے اس کا قابل اعتماد دست راست تھا۔ یہ بشرٰی کی بہت بڑی کامیابی تھی کہ اس نے اسے موت کے گھاٹ اتار کر بہت بڑا انکشاف کیا تھا۔ یہ میکانو کے لیے بہت اہم معلومات تھیں کہ وہ دشمن ولیم ہارپر کے لیے کام کر رہا تھا۔

اب بشرٰی اور بلا' ولیم ہارپر کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ اس مقصد کے لیے اسکاٹ لینڈ آ گئے تھے۔ ولیم ہارپر اپنی نام نہاد بیوی جینیفر کے ساتھ رہتا تھا۔

وہی جینیفر جو دوغلی تھی۔ اِدھر ولیم ہارپر کی بیوی تھی اور اُدھر میکانو کی بھی شریکِ حیات تھی۔ میکانو کے ایک خفیہ تہ خانے سے کروڑوں ڈالرز کے ہیرے اور خفیہ کاغذات چرا کر لے گئی تھی۔

وہ پکی حرافہ تھی۔ بیک وقت دو شوہروں کی بیوی بن کر رہتی تھی۔ پھر ان کے گروہ کا تیسرا اہم فرد انٹرپول کا گرودر فرانسس تھا۔ وہ بھی اپنے دوست ولیم ہارپر کی غیر موجودگی اور لاعلمی میں جینیفر کے کلوے چاٹتا تھا۔

جینیفر اپنا گیم اس طرح کھیلتی رہی کہ ایک طرف ہیروں کے تاجر میکانو کی وفا شعار بیوی کہلاتی رہی، اسے فریب دیتی رہی۔ ذخیرے سے ہیرے چرا کر دوسرے شوہر ہارپر کے پاس لاتی رہی اور چوری کا مال محفوظ رکھنے کے لیے سی آئی اے کے اس افسر کی گود میں کھیلتی رہی۔

اس کی مکاری یہ تھی کہ جتنا چرا کر لاتی تھی اس کے آدھے کا آدھا ولیم ہارپر اور گرودر فرانسس کو دیتی تھی۔ باقی مال چھپا لیا کرتی تھی۔ اس طرح ان دو بڑے قانون کے رکھوالوں کی پناہ میں محفوظ رہ کر انہیں بھی اُلو بناتی رہتی تھی۔

جہاں چوری اور بے ایمانی ہوتی ہے' وہاں محبت اور سلامتی نہیں رہتی۔ وہ تینوں ایک دوسرے کے تعاون سے خوب مال کما رہے تھے لیکن دل پر وہ ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔

گرودر فرانسس کو اندیشہ تھا کہ ولیم ہارپر اسے ہلاک کر سکتا ہے۔ وہ مر جائے گا تو ایک حصے دار کم ہو جائے گا۔ ہارپر کا اور جینیفر کا شیئر اور منافع بڑھ جائے گا۔

یہی اندیشہ ولیم ہارپر کو بھی تھا کہ انٹرپول کا گرودر کسی بھی ملک میں کسی بھی عدالت کے ذریعے اسے قتل کرا سکتا ہے۔

جینیفر عورت تھی' کمزور تھی۔ وہ دو مرد بھی اس کا گلا دبوچ لیتے تو وہ پھڑ پھڑا کے مر جاتی۔ لاکھوں ڈالرز کے ہیرے اور کاکوٹا مائنز سے حاصل ہونے والا منافع دنیا ہی میں رہ جاتا۔ وہ تینوں آپس میں رازدار بلیک میلر تھے اور تینوں ہی ایک دوسرے سے خوفزدہ اور محتاط رہتے تھے۔ موت ایک راستے سے نہیں' کئی راستوں سے' کئی حیلے بہانوں سے آتی ہے۔ اب بشرٰی اور بلا ان کے پیچھے لگ گئے تھے۔ باقاعدہ پلاننگ کے مطابق وہ اور ان کے ماتحت دن رات ان تینوں کی نگرانی کر رہے تھے۔

میکانو کی ایک داشتہ کا نام جون ایملی تھا۔ وہ ولیم ہارپر کے بنگلے میں گورنس کی حیثیت سے ملازمت کر رہی تھی۔ ان تینوں کی باتیں سنتی رہتی تھی' ان کی مصروفیات دیکھتی رہتی تھی اور وہ تمام رپورٹ فون کے ذریعے میکانو رابرٹ کو پہنچاتی رہتی تھی۔

یوں بشرٰی اور بلا ان تینوں کے اندرونی معاملات کو بڑی حد تک سمجھ رہے تھے۔ میکانو نے فون کے ذریعے اپنی داشتہ ایملی کی دوستی بشرٰی سے کرائی تھی۔

بشرٰی نے ایملی سے پوچھا۔ ”مجھے اس مکان کا اندرونی نقشہ سمجھاؤ۔ یہ بتاؤ وہ سیف کہاں ہے جہاں خفیہ کاغذات چھپا کر رکھے گئے ہیں؟“

اس نے فون پر بتایا کہ اس مکان کے کن حصوں سے گزر کر اس الماری اور سیف تک پہنچا جا سکتا ہے لیکن اسے کھولنا ممکن نہیں ہے۔ وہ آہنی سیف ہے۔ صرف چابیوں سے ہی نہیں' خفیہ نمبروں کے ذریعے بھی مقفل رہتا ہے۔

ایملی نے بتایا کہ جینیفر اور ہارپر کبھی پیار و محبت سے رہتے ہیں اور کبھی خفیہ کاغذات کے بارے میں جینیفر اس سے جھگڑتی ہے۔ گرودر بھی یہی شکایت کرتا ہے کہ بلیک میلنگ کے اس اہم مواد کو تینوں پارٹنرز کے پاس رہنا چاہیے لیکن ہارپر ان اہم دستاویزات کی ہوا بھی انہیں لگنے نہیں دیتا دیتا۔

ان ہی دنوں ہارپر کو اپنی ڈیوٹی کے سلسلے میں ایک کیس کو نمٹانے کے لیے اٹلی کے شہر روم جانا پڑا۔ اس کی عدم موجودگی میں گرودر نے آ کر جینیفر کو پیار سے آغوش میں بھر لیا۔

چوری چھپے گناہوں کے کھیل میں مزہ بھی آتا تھا اور وہ ہارپر کے خلاف باتیں بھی کرتے تھے۔ بار بار اس آہنی سیف کو جا کر دیکھتے تھے۔ اسے کسی جتن سے کھول نہیں سکتے تھے... تب جینیفر نے کہا۔ ”سیدھی سی بات سمجھ میں آتی ہے۔ ہم اس کی موت کے بعد ہی اسے توڑ سکیں گے۔ کبھی کھول نہیں سکیں گے۔ سیف کے خفیہ میکنزم کو اور مخصوص

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY
PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

مہروں کو ہی جانتا ہے۔"

گرووَر نے کہا۔ "وہ خود غرض اور کمینہ ہے۔ میکا لو کو بلیک میل کرنے والی اہم کمزوری صرف اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے۔ ہمارا مطالبہ بھی پورا نہیں کرے گا۔ تم درست کہتی ہو۔ اس کی موت سے ہی ہمیں فائدہ پہنچے گا۔"

اس نے فون کے ذریعے اپنے خاص ماتحتوں کو حکم دیا کہ ولیم ہارپر کو اٹلی سے زندہ واپس نہیں آنا چاہیے۔ ایلی نے بشریٰ کو فون کے ذریعے ان کے منصوبے سے آگاہ کر دیا۔ بشریٰ نے اس سے کہا۔ "جیسے ہی ہارپر کی ہلاکت کی اطلاع ملے اسی وقت مجھے کال کرو۔ میں انتظار کروں گی۔"

بلے نے کہا۔ "جب جنیفر اور گرووَر کو ہارپر کی ہلاکت کی اطلاع ملے گی، جب ہی گرووَر مطمئن ہو کر اس سیف کو توڑے گا۔ ہماری کامیابی کے لیے راستہ ہموار ہو رہا ہے۔"

وہ دونوں ایلی کی فون کال کا انتظار کرنے لگے۔ وہ کبھی کبھی ہارپر کی رہائش گاہ کی طرف جاتے تھے۔ ایلی فون پر انہیں بتاتی تھی کہ گرووَر وہاں جنیفر کے ساتھ موجود ہے یا وہ دونوں کہیں نائٹ پارٹی کے لیے گئے ہیں۔

اس وقت بھی بشریٰ اور بلّا... کار میں ولیم ہارپر کے بنگلے کی طرف جا رہے تھے۔ وہ عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے بولا۔ "ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"

بشریٰ نے پیچھے گھوم کر دیکھا۔ آگے پیچھے اور دائیں بائیں کئی گاڑیاں تھیں۔ بلے نے کہا۔ "وہ دو ہیں۔ موٹر سائیکل پر ہیں۔"

وہ پھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ "آگے پیچھے کئی موٹر سائیکلیں ہیں۔ تمہیں کس پر شبہ ہے؟"

"وہ دونوں براؤن لیدر جیکٹ میں ہیں۔ جب ہم اپنے اپارٹمنٹ سے نکل رہے تھے، تب میں نے انہیں دیکھا تھا۔ اب پھر انہیں ایک گھنٹے سے دیکھ رہا ہوں۔ تیار رہو، میں گاڑی ایسے راستے پر لے جا رہا ہوں، جہاں کم سے کم ٹریفک ہوگا۔"

اس نے اپنی کار دوسرے راستے پر موڑ دی پھر راستہ بدلتے ہوئے کسی ویران علاقے کی طرف جانے لگا۔ بشریٰ نے گن نکال لی تھی۔ بلے کی گن اس کی گود میں رکھی ہوئی تھی۔ گاڑیاں کم سے کم ہوتی جا رہی تھیں اور وہ دونوں موٹر سائیکل والے مسلسل تعاقب میں دکھائی دے رہے تھے۔

بشریٰ نے کہا۔ "یہ علاقہ بالکل ہی ویران نہیں ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے، وہ گولیاں چلائیں گے؟"

کترنیں

- فقط ایک "اللہ" ہی ہے جو ایک سجدے اور ندامت کے اظہار پر ہی انسان کو اپنا بنا لیتا ہے ورنہ یہ حضرت انسان تو جان لے کر بھی راضی نہیں ہوتے۔
- کسی کی عزت نفس کو روند کر آپ کی انا کو شاید وقتی تسکین ضرور مل جائے مگر روح کو سکون نہیں ملے گا۔
- یہ ناممکن ہے کہ جو اللہ پاک نے آپ کے لیے لکھ دیا ہو، وہ کسی اور کے پاس چلا جائے۔
- کبھی کبھی کسی چیز کی قدر اور احساس کے لیے ضروری ہے کہ کچھ وقت اس کے بغیر رہا جائے۔
- گناہ گار کی عاجزی عبادت گزار کے غرور سے بہتر ہے۔
- اللہ کی قربت کا بہترین راستہ عاجزی ہے۔
- ایک میٹھا بول اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو۔

مرسلہ۔ رضوان تنولی گریجودی،
اورنگی ٹاؤن، کراچی

وہ بولا۔ "لندن کی سڑکوں پر فائرنگ ممکن ہی نہیں ہے۔ پولیس کی گشتی گاڑیاں چشم زدن میں گھیر لیتی ہیں۔"

وہ عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے بولا۔ "پھر بھی سوچو کہ یہ جان پر کھیل جانے کو آئے ہیں تو اپنے لیے خطرہ مول لے کر ضرور ہم پر فائر کریں گے۔"

اب ان کی گاڑیوں کا درمیانی فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ وہ رفتار بڑھا کر قریب آنا چاہتے تھے۔ بلے نے کہا۔ "تم دیکھ رہی ہو، ان کے ہاتھوں میں گن نہیں ہے۔ تم گولی چلانے میں پہل نہ کرنا۔"

"وہ قریب آتے ہی اچانک گن نکالیں گے۔"

"مجھے ایسا نہیں لگ رہا ہے۔ پھر بھی محتاط رہو۔ انہیں ذرا اور قریب آنے دو۔"

وہ بشریٰ کی کھڑکی کی سمت سے آہستہ آہستہ قریب آنے لگے۔ اس نے گن چھپا کر تھام رکھی تھی۔ انگلی ٹریگر پر تیار تھی۔ پھر ذرا ڈھیلی پڑ گئی۔ آنے والے نہتے تھے۔ بائیک چلانے والا ہاتھ کے اشارے سے انہیں گاڑی

PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

روکنے کو کہہ رہا تھا۔

بلے نے ونڈ اسکرین کے پار دور کھڑی ہوئی پولیس موبائل کار کو دیکھا۔ آنے والے نے سوچ سمجھ کر ہی وہاں رکنے کو کہا تھا۔ یعنی دشمنی کا اندیشہ نہیں تھا۔ اس نے کار کی رفتار کو سست کرتے ہوئے سڑک کے کنارے اسے روک دی۔

آنے والے نے کہا۔ ''السلام علیکم۔'' بشریٰ اور بلے نے سلام کا جواب دیا۔ آنے والے نے کہا۔ ''ہم آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔''

بلے نے ذرا سوچا پھر کہا۔ ''بشریٰ! تم پیچھے چلی جاؤ۔''

وہ کار کے اندر جھک کر پچھلی سیٹ پر آ گئی۔ بائیک والا اگلی سیٹ پر آ کر بولا۔ ''شکریہ، میرا نام نظام بن عظیم ہے اور میرے ساتھی کا نام قدرت اللہ ہے۔ ہم لبنانی ہیں۔''

بلے نے کہا۔ ''ہم اپنا نام ابھی نہیں بتائیں گے۔ پہلے ہم سے ملاقات کا مقصد بتاؤ؟''

نظام بن عظیم نے کہا۔ ''ہم نے تمہیں ایسٹ بورن کے ہوٹل میں دیکھا تھا۔ تم نے وہاں میکا تو رابرٹ سے ملاقات کی تھی۔''

بلے نے اسے تولتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''تم ہمارے معاملات میں دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟''

''ہم نے تمہارے بارے میں معلوم کیا ہے' تم مسلمان ہو اور پاکستانی ہو۔ ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں' کیا تم میکا تو رابرٹ کی اسلام دشمنی سے واقف ہو؟''

بشریٰ اور بلے کے لیے یہ نئی اطلاع تھی۔ انہوں نے چونک کر نظام بن عظیم کو دیکھا۔ وہ بولا۔ ''اگر تم جانتے ہو اور تم اس دشمن اسلام کا ساتھ دے رہے ہو تو پھر ہماری دشمنی تمہیں مہنگی پڑے گی۔ ہم ابھی جاتے ہیں۔ تمہیں وارننگ دے کر چلے جائیں گے۔ اس کے بعد مجاہدین آج یا کل تمہیں زندہ نہیں رہنے دیں گے۔''

بلے نے کہا۔ ''میں میکا تو کے بارے میں اتنا ہی جانتا ہوں کہ وہ ایک مجرمانہ تنظیم ڈی ڈی ٹی یعنی ڈیزنگ ڈائمنڈ ٹریڈرز کا سربراہ ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ ہمارے دین کا دشمن ہے تو خدا کی قسم اس سے بات بھی نہ کرتا۔''

بشریٰ نے پوچھا۔ ''پلیز یہ بتاؤ' وہ کس طرح ہمارے دین سے دشمنی کر رہا ہے۔''

وہ بولا۔ ''مسلمانوں کے خلاف اُن کا ایک ادارہ ہے۔ اس کا نام ڈبلیو اے ایم یعنی وار اگینسٹ مسلم ہے۔ میکا تو رابرٹ اس ادارے کا ایک اعلیٰ عہدیدار ہے۔ اس ادارے سے قرآن مجید پر اور دینی احکامات پر گمراہ کن تنقید اور تبصرے شائع کیے جاتے ہیں۔ اخبارات' رسائل' ریڈیو' ٹی وی اور دستاویزی فلموں کے ذریعے مجاہدین کو تخریب کار اور دہشت گرد ثابت کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میکا تو اس ادارے کو لاکھوں ڈالرز کی مالی امداد فراہم کرتا رہتا ہے۔''

بلے نے ندامت سے کہا۔ ''یا خدا... یہ لاعلمی میں کیا ہو رہا تھا' ہم اپنے ذلیل دشمن سے بے خبر تھے۔''

بشریٰ نے کہا۔ ''ہم صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ وہ ہیروں کا تاجر ہے۔ ڈی ڈی ٹی کا سربراہ ہے اور جرائم کے حوالے سے ہتھیاروں کا بہت بڑا اسپلائر ہے۔''

نظام بن عظیم نے کہا۔ ''جن ممالک میں مسلمانوں کے خلاف تحریک چلائی جاتی ہے اور ان کے خلاف جنگ جاری رکھی جاتی ہے، وہاں میکا تو کا بیٹا والٹر میکا تو ہتھیار سپلائی کرتا تھا۔ آج کل افریقا سے فرار ہو کر کسی ملک میں جا کر روپوش ہو گیا ہے۔''

بشریٰ اور بلا جانتے تھے کہ والٹر میکا تو کوریا میں گرو ور فرانسس کا قیدی بنا ہوا ہے۔

نظام بن عظیم نے کہا۔ ''تم دونوں سی آئی اے کے چیف ولیم ہارپر کے بنگلے کی طرف گئے۔ صبح سے اب تک وہاں کے دو چکر لگا چکے ہو۔ یہ چکر کیا ہے؟''

بلے نے اسے بتایا کہ میکا تو اور ہارپر کے درمیان کیا دشمنی ہے اور آج گرو ور کے ماتحت ہارپر کو اغوا میں قتل کرنے والے ہیں اور شاید اس کا کام تمام کر چکے ہوں گے۔

بشریٰ نے کہا۔ ''بلے! یہ کمبخت میکا تو ہم مسلمانوں کے خلاف لاکھوں ڈالرز ڈبلیو اے ایم کے ادارے کو دیتا ہے۔ اب ہم وہاں سے حاصل ہونے والے کروڑوں ڈالرز کے ہیرے اپنے مجاہدین کو ہتھیار خریدنے کے لیے دیں گے۔''

بلے نے تائید میں سر ہلا کر نظام بن عظیم سے کہا۔ ''آج کسی وقت ہارپر کے آہنی سیف کو توڑا جائے گا۔ اس میں اہم کاغذات اور لاکھوں' کروڑوں ڈالرز کے ہیرے ہوں گے۔ اگر مجاہدین ہمارا ساتھ دیں گے تو وہ تمام ہیرے ہم ان کے لیے چھوڑ دیں گے۔ صرف کاغذات لے جائیں گے۔''

وہ خوش ہو کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''ہم اتنی بڑی امداد کی توقع نہیں کر سکتے تھے۔ آئندہ تم جس ملک میں بھی جاؤ گے' وہاں تمہاری سیکیورٹی کے لیے ہمارے ساتھی جان کی بازی لگاتے رہیں گے۔''

بشریٰ اور بلے نے خوش ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ انہیں مجرمانہ زندگی گزارتے گزارتے اچانک نیکیاں کمانے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور ایمان کی طرف لوٹ آنے کا راستہ مل رہا تھا۔

بلے نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرا نام بلال احمد ہے، یہ میری وائف بشریٰ ہے۔"

ایسے ہی وقت ایملی نے فون پر کہا۔ "ہیلو۔ اس وقت جنیفر خوشی سے ناچ رہی ہے۔ ابھی اٹلی کے شہر روم سے اطلاع ملی ہے کہ ولیم ہارپر کو گولی ماردی گئی ہے۔ گروور آہنی سیف کو توڑنے کا سامان لینے گیا ہے۔ وہ کسی لاک بریکر کو لے کر آئے گا۔"

بشریٰ نے کہا۔ "تھینک یو ایملی! ہم ابھی آرہے ہیں۔"

وہ فون بند کرکے بلے سے بولی۔ "فوراً ہارپر کے بنگلے میں چلو۔ وہ حرام موت مرچکا ہے۔ ایملی کہہ رہی ہے کہ گروور کسی لاک بریکر کو لانے گیا ہے۔"

بلے نے کار اسٹارٹ کرکے اسے واپسی کے لیے موڑتے ہوئے کہا۔ "نظام! اپنے ساتھی سے بولو ہمارے پیچھے آئے۔ وہ آہنی تجوری ٹوٹنے والی ہے۔"

اس نے اپنے ساتھی کو بائیک پر آنے کے لیے کہا۔ پھر فون کے ذریعے دوسرے مجاہدین سے باتیں کرنے لگا۔

بشریٰ اور بلا تنہا وہاں جاکر جنیفر اور گروور سے نمٹ سکتے تھے۔ لیکن انہیں اللہ کا بھیجا ہوا اسلامی لشکر مل رہا تھا۔ اسے اچانک ہی بے پناہ طاقت حاصل ہوگئی تھی۔

ادھر گروور فرانسس ایک لاک بریکر کو لے آیا تھا۔ وہ مختلف اوزار کے ذریعے آہنی تجوری کو توڑ رہا تھا۔ گروور کے دو مسلح ماتحت بنگلے کے باہر ڈیوٹی پر تھے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ جو بھی کررہے ہیں، اس سے دنیا والے بے خبر ہیں۔ کوئی ان کے راستے میں حائل ہونے نہیں آئے گا۔

تجوری کھل گئی۔ جیسے دل میں بھرا ہوا غبار نکلتا ہے اسی طرح تجوری سے چمکتے دمکتے ہیرے نکل پڑے تھے۔ جنیفر خوشی کے مارے تجوری سے لپٹ گئی تھی۔ اس کے بس میں ہوتا تو وہ تمام ہیرے سمیٹ کر اپنے پیٹ میں چھپالیتی۔

سیف کے ایک خانے میں فائلیں، بڑے لفافے اور ویڈیو فلمیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ سب میکالو رابرٹ کے شیطانی کارناموں کے ٹھوس ثبوت پیش کرنے والی تھیں۔

گروور نے لاک بریکر سے کہا۔ "تم نے ہمیں مالا مال کردیا ہے۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ انعام ملنا چاہیے۔"

وہ خوش ہوگیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں سہم گیا۔ گروور نے گن سے نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "افسوس تم اتنی بڑی چوری کے چشم دید گواہ ہو اور تمہاری پیشانی پر یہ نہیں لکھا ہوا کہ ہمارے رازدار بن کر رہو گے۔ ویسے بھی کسی رازدار کو زندہ چھوڑنا سراسر حماقت ہے اور ہم احمق نہیں ہیں۔"

اس نے اسے گولی ماردی۔ جنیفر نے اس یار کے بازو سے لگ کر ایملی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "مائی ڈیئر... !یہ بھی چشم دید گواہ ہے اسے بھی اڑادو۔"

وہ بولا۔ "ہاں۔ نہ کسی گواہ کو اور نہ کسی حصے دار کو رہنا چاہیے۔ ہمارے بارہ پرسنٹ کا ایک حصے دار ولیم ہارپر ختم ہوگیا۔ تم بھی کم ہوجاؤ گی تو ساری کی ساری آمدنی میری ہوگی۔"

جنیفر سہم کر پیچھے ہٹ کر بولی۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اتنی دولت حاصل کرنے کا ذریعہ میں ہی ہوں۔ یہ سب کچھ میں ہی کما کر لاتی رہی ہوں۔ آئندہ بھی تمہارے لیے کماتی رہوں گی۔"

"درست کہتی ہو لیکن آئندہ میکالو جیسا کوئی الو نہیں پھنسے گا۔ تم ایک نہیں تین تین مردوں کو بھگتاتی رہی ہو۔ تمہاری جوانی کے تمام کس بل ڈھیلے پڑگئے ہیں۔ تم میں اب رہ ہی کیا گیا ہے؟ کئی مردوں سے کھیلنے والی عورت وفادار نہیں ہوتی۔"

اس نے ٹریگر کو دبایا۔ گولی سیدھی سینے میں پیوست ہوئی۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ وہ تجوری سے ٹکراتی ہوئی زمیں بوس ہوگئی۔

ہائے ری ہوسِ دولت... !ہائے ری حسرتِ زندگی... !وہ اپنی زندگی میں تقریباً پچاس کروڑ کے ہیرے حاصل کرچکی تھی۔ وہ اپنی جوانی کے تمام تیر چلاکر تمام شیطانی کمائی چھوڑ کر چلی گئی۔

ایملی بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بولی۔ "مجھے نہ مارو، میں تمہاری وفادار بن کر رہوں گی۔ میں جنیفر کی طرح بے شرم اور بدچلن نہیں ہوں۔"

وہ بڑی سفاکی سے بولا۔ "میں انٹرپول کا بندہ ہوں۔ بہت دور کی خبر رکھتا ہوں۔ یہ جانتا ہوں کہ تم بھی میکالو کی داشتہ تھیں۔ میں کسی رازدار کو پالنے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے نشانہ لیا۔ لیکن گولی نہ چلاسکا۔ ایک گولی اس کے ہاتھ میں آکر لگی۔ بلے نے اس کی گن گرادی تھی۔ ایملی خوشی سے چیختی ہوئی دوڑتی ہوئی جاکر بشریٰ سے لپٹ گئی۔

بشریٰ نے اسے ایک طرف ہٹاکر گروور سے کہا۔ "تم لوگوں نے دولت کی ہوس میں ایک دوسرے کو کتے کی طرح کاٹ کھایا ہے۔ میکالو بھی مرتا ہے تمہارے بعد وہ بھی جائے گا۔"

PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

اس نے دونوں ہاتھوں سے گن کو تھام کر گرودر کا نشانہ لیتے ہوئے پوچھا۔ "بلے! کہاں ماروں؟"

وہ بولا۔ "تو ابھی تک صحیح نشانہ نہیں لگا پاتی۔ ٹھیک اس کی ناف میں گولی گھسا دے۔"

اس نے جم کر نشانہ لیا۔ پھر ٹریگر کو دبایا تو گولی ناف کے کچھ زیادہ ہی نیچے جا کر لگی۔ گرودر اس جگہ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اچھل کر صوفے پر گر کر تڑپنے لگا۔

وہاں کھڑے ہوئے مجاہدین ہنسنے لگے۔ بلے نے ڈانٹ کر کہا۔ "کیا کرتی ہے؟ یہ اپنی عورت کے پاس کیسے جائے گا؟"

وہ بولی۔ "ہاتھ ہل گیا تھا۔ اب بول کہاں ماروں؟"

"پیشانی میں سوراخ کر دے۔"

اس بار اس نے اچھی طرح جم کے نشانہ لیا۔ گولی نے پیشانی میں سوراخ کر دیا۔ اس کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ وہ صوفے سے لڑھک کر فرش پر پہنچ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

مجاہدین تجوری کے پاس آ گئے۔ وہاں سے ہیرے نکال کر ایک بیگ میں ڈالنے لگے۔ بلے نے وہ تمام دستاویزی ثبوت اپنے بیگ میں رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ کتو مجھے لاعلمی میں استعمال کر رہا تھا۔ اب میں اسے اسلام دشمنی کا مزہ چکھاؤں گا۔"

نظام بن عظیم نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "تم پہلی ہی ملاقات میں ہماری بہت بڑی طاقت بن گئے ہو۔"

دونوں کے ہاتھ گرم جوشی سے مصافحے کے لیے مل گئے۔

☆☆☆

انسان کی زندگی میں عقل ہے تو سلامتی ہے۔ ورنہ شامت پر شامت آتی رہتی ہے۔ چپت راؤ گردن کے صرف ایک زخم کے نشان کے باعث گرفت میں آنے والا تھا لیکن اس نے ذہانت سے کام لے کر اپنا بچاؤ کیا۔

جب گردن کی ہڈی کسی حادثے میں تڑخ جاتی ہے یا کسی وجہ سے ہڈی کی تکلیف ناقابلِ برداشت ہوتی ہے تو مریض کو نیک کالر پہننے کے لیے دیا جاتا ہے۔ چپت راؤ نے نیک کالر پہن لیا تھا۔ کان کے پیچھے کا زخم اس کالر میں پوری طرح چھپ گیا تھا۔ اب وہ آسانی سے پہچان میں آنے والا نہیں تھا۔

جنوری اور فروری میں گلمرگ کے مقام پر برف جمی رہتی ہے۔ وہاں اسکیٹنگ کے مقابلے ہوتے ہیں۔ گلمرگ اسکیٹنگ کے لیے قدرتی برفانی میدان ہے۔ وہاں جوان عورتیں اور مرد سیکڑوں کی تعداد میں تختہ رانی کی مہارت دکھانے آتے ہیں۔ بڑا ہی دلچسپ کھیل ہوتا ہے۔ میلوں دور تک کھلاڑی نشیب و فراز سے گزرتے وقت نگاہوں سے کبھی اوجھل ہوتے ہیں، کبھی نظر آنے لگتے ہیں۔

میڈونا اور ایمان علی اسکیٹنگ کے تمام سامان کے ساتھ میدان میں آ گئے تھے۔ چھ مسلح گارڈز بھی ان کے آس پاس رہ کر اسکیٹنگ کا مظاہرہ کرنے والے تھے۔

میڈونا نے ایمان علی کی گردن میں بانہیں ڈال کر پوچھا۔ "میرے ساتھ دوڑ لگاؤ گے؟ آخری فلیگ تک جا سکو گے؟"

وہ اسے دونوں بازوؤں میں سمیٹ کر بولا۔ "بے شک۔ تم دیکھ لینا' میں تم سے آگے نکل جاؤں گا۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "مانتی ہوں' تم انڈور محبت کے کھلاڑی ہو۔ لیکن یہ آؤٹ ڈور ہے، تمہیں آگے نکلنے نہیں دوں گی۔"

وہ اس سے لگی ہوئی بول رہی تھی اور اس پر قربان ہو رہی تھی۔ جیسا آئیڈیل اس کے ذہن میں تھا' ایمان علی اس سے بھی سوا تھا۔ اسے صرف تن سے نہیں من سے بھی جیت چکا تھا۔

وہاں مراد اور چپت راؤ بھی اپنے ماتحتوں کے ساتھ موجود تھے۔ چپت راؤ نے نیک کالر پہنا ہوا تھا۔ ایسے مریض اسکیٹ نہیں کر سکتے۔ وہ تماشائی کی حیثیت سے وہاں آیا تھا۔ وہ اور مراد باقاعدہ پلاننگ کر چکے تھے کہ انہیں کرنا کیا ہے؟ پھر پلاننگ پر عمل کرنے کا وقت آ گیا۔ میڈونا اور ایمان علی نے فلیگ نمبر ون سے اسٹارٹ لیا۔ وہاں سے اسٹکس کے ذریعے آگے جانے لگے۔ ان کے آس پاس مسلح گارڈز فاصلہ رکھ کر چلنے لگے۔ ان کے پیچھے چپت راؤ کے مسلح ماتحت بھی دوڑ لگانے لگے۔ ان سب کے پیچھے مراد تھا۔

اس نے ان لمحات میں میکی براؤن کو فون پر مخاطب کیا۔ بہت ہی سرد لہجے میں بولا۔ "ہیلو میکی! تو مجھے آواز سے پہچان لے۔ تھوڑی دیر بعد میرے کام سے بھی پہچانے گا۔"

وہ یکلخت چونک کر بولا۔ "تت..... تم...؟"

"تجھے یہ خبر سنا رہا ہوں کہ تیری بیٹی گئی۔ میں اس کے پیچھے اسکیٹ کرنے جا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔ میکی براؤن اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔

حیرت انگیز واقعات، سحر انگیز لمحات اور سنسنی خیز گردشِ ایام کی دلچسپ داستان کا مزید احوال اگلے ماہ ملاحظہ فرمائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY